جامعہ مدنیہ (جدید) کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

شعبان المعظم سنہ ۱۴۲۱ھ

نومبر سنہ ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۸ | شعبان المعظّم ۱۴۲۱ھ - نومبر ۲۰۰۰ء | شمارہ : ۱۱

مدیر اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ

لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۲ روپے ________ سالانہ ۱۳۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی ____ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ________ ۶ امریکی ڈالر

امریکہ، افریقہ ________ ۱۶ ڈالر

برطانیہ ________ ۲۰ ڈالر

◯ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ____ سے آپ کی مُدّتِ خریداری ختم ہو گئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ____ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ : ۵۴۰۰۰ فون : ۲۰۰۵۷۷

فون / فیکس نمبر : ۹۲-۴۲-۷۷۲۶۷۰۲

E-mail: jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ———— ۳

درسِ حدیث ———— حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ———— ۵

اُمّتِ محمّدیہ کے دو اہم کام ———— حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری ———— ۱۱

فضائلِ سورہ یٰسین ———— ڈاکٹر پروفیسر نُور احمد نُور صاحب ———— ۱۳

فضائلِ شہدا ———— حاجی مجیب الرحمٰن اکبری ———— ۲۲

جنّات کا وجود اور اُن سے بچاؤ ———— ۳۵

کائناتِ انسانی کے بُنیادی اعضاء ———— مولانا محمّد زبیر صاحب ———— ۳۷

یورپی تمدّن کا انجام ———— مولانا قاری محمود احمد صاحب ———— ۴۱

آہ حضرت مولانا غلام ربّانیؒ ———— اخلاق احمد خان صاحب ———— ۵۱

جان پُرسوز ———— ۵۳

شرم تم کو مگر نہیں آتی ———— ۵۴

حاصلِ مطالعہ ———— حضرت مولانا نعیم الدّین صاحب ———— ۵۵

اخبار و احوال جامعہ جدید ———— مولوی محمّد قاسم امین ———— ۵۹

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلّہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلّہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

مُسلمانوں کا قبلہ اوّل جس کو عربی میں "القدس" کہا جاتا ہے اور بہت پہلے اس کا نام "ایلیا" تھا۔ اب اس کو یہودی یروشلم کہتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں کو شکست دے کر ۶۳۶ء میں فتح کیا ساڑھے چار سو برس مسلسل یہ مُسلمانوں کے قبضہ میں رہا ۱۰۹۹ء میں عیسائیوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور مسجد اقصٰی کو گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا۔ صرف اٹھاسی برس عیسائی اس پر اپنا قبضہ برقرار رکھ سکے پھر ۱۱۸۷ء میں اسلام کے نامور سپہ سالار حضرت سلطان صلاح الدّین ایّوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر حملہ کر کے عیسائیوں کے قبضہ سے آزاد کرالیا اور تقریباً آٹھ سو سال مسلسل مُسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ آج سے چھہتر برس قبل ۱۹۲۴ء میں برطانیہ کے جنرل ایڈمنڈ نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اُن کا یہ قبضہ تا حال جاری ہے۔ چودہ سو سال کی تاریخ میں بارہ سو سال سے زیادہ مُسلمانوں کا قبلہ اوّل مُسلمانوں ہی کے قبضہ میں رہا جبکہ اس عرصہ میں اس پر عیسائیوں کا قبضہ پُورے دو سو برس بھی برقرار نہ رہ سکا۔ یہودیوں کا بلاواسطہ مستقلاً "القدس" پر کبھی بھی قبضہ نہیں رہا۔ آج کل اگرچہ بظاہر یہودی قابض نظر آرہے ہیں، مگر ان کا یہ قبضہ امریکہ اور برطانیہ کی عیسائی حکومتوں کے زیرِ سایہ ہے۔ درحقیقت ان کی آڑ میں یہ امریکہ و برطانیہ کا اقتدار ہے یہودیوں کا اقتدار نہیں ہے وہ اپنے زور پر مستقلاً کبھی بھی برسرِ اقتدار نہیں رہ سکتے کیونکہ قرآن کا فیصلہ ہے "ماری گئی ان پر ذلّت جہاں بھی ہوں بہ سوائے اللہ کی پناہ کے (کہ ایمان لے آئیں) اور لوگوں کی پناہ کے (کہ کسی کی رعیت میں رہ کر

اُن کی طرف سے پناہ ملی رہے) اور کمایا اُنھوں نے اللہ کا غصّہ اور لازم کر دی گئی اُن پر حاجت مندی اور یہ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے رہے ہیں اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی اُنھوں نے اور حد سے نکل گئے‘‘ پارہ نمبر ۴ رکوع ۳

اس لیے القدس پر ان کے دعوے کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے القدس پر حق صرف اور صرف مُسلمانوں کا ہے۔ جن کا اس پر اقتدار بارہ سو سال رہا ہے مگر بدقسمتی سے مُسلمان اپنی بداعمالیوں اور تن آسانیوں کی وجہ سے اس قدر گر گئے کہ اپنے قبلہ اوّل کی حفاظت نہ کر سکے اور یہودی غنڈوں کو عیسائی حکومتوں کی شہ پر دُنیا میں بدامنی پھیلانے کا موقع ہاتھ آگیا آج اگر مُسلمان حکمران غیرت سے کام لیتے ہوئے تھوڑی سی ہمّت کر لیں تو عظمتِ رفتہ کی واپسی کے ساتھ ساتھ قبلہ اوّل بھی اُنکے ہاتھ آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو کُفّار سے مصالحت پسندی کی روش ترک کرنے کی توفیق کے ساتھ سچّا جذبہ جہاد اور شوقِ شہادت عطا فرمائے تاکہ مُسلمانِ فلسطین اور دُنیا بھر میں جہادی سُنّت کو زندہ کر کے مظلوم مُسلمانوں کی مدد کر سکیں۔ آمین

مولای صلّ وسلّم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلّهم

آپؐ کی مشابہت اور جنّت میں عورتوں کی سردار
حضرت فاطمۃ الزہراؓ

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۸ سائیڈ بی ۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد وّ آلہٖ واصحابہ اجمعین

اما بعد ! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ہم (یعنی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ازواجِ مطہرات) آپ کے قریب تھے کہ اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اُن کی چال میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مشابہت نمایاں معلوم ہوتی تھی۔ ما تَخفٰی مِشیَتُھَا من مِشیتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

بیٹی کا استقبال

جب جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُنھیں دیکھا تو فرمایا مرحبا بابنتی مرحبا کا لفظ فرمایا، مَرحَبَا جیسے کسی کے آنے پر خوشی ہو اور وہ اظہار الفاظ میں کیا جائے تو اس وقت یہ لفظ استعمال کر لیا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے یہاں کھلی جگہ ہے ہر طرح سے، تمہارا آنا جو ہے ہمارے لیے بالکل بوجھ نہیں ہے بلکہ ہر طرح سے ہمارا دل اُسے قبول کرتا ہے اور یہ اس لفظ کی وضاحت ہوئی (یعنی) اپنی بچّی کو مَیں مرحبا کہتا ہوں۔

بیٹی سے رازداری

تو پھر ایسے ہُوا کہ آپ نے اُنھیں اپنے پاس بٹھا لیا اجلسھا ثمّ سَارَّھَا پھر کچھ سرگوشی میں بات کی۔ اس سرگوشی کے بعد وہ رونے لگیں اور بہت روئیں۔ جب جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دیکھا کہ یہ تو بہت زیادہ اُن کی طبیعت پر اثر ہُوا تو پھر دوبارہ آپ نے اُن سے کوئی بات کہی اسی طرح سرگوشی ہی کی ، جیسے کان میں کہی جاتی ہے کہ وہی آدمی سُنے دوسرا نہ

سُنے تو دوبارہ جو آپ نے سرگوشی میں ارشاد فرمایا تو وہ ہنسنے لگیں جب جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُٹھے اور تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں میں نے پُوچھا کہ تم سے کیا باتیں کی تھیں اتنی خُفیہ کہ تم پر ان باتوں کے نمایاں اثرات ہُوئے تھے تو وہ کیا بات کی تھی۔

رازکو راز رکھنا

وہ کہنے لگیں کہ یہ بات جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے کہی ہے یہ مجھ ہی سے کی ہے تو ایک طرح کا راز ہے اَب اگر مَیں اسے بتلاؤں دوسروں کو تو ایسے ہے جیسے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کوئی بات راز کی ہو وہ مَیں کھول رہی ہوں تو یہ مَیں کیسے بتا سکتی ہوں، مَیں ایسا نہیں کرسکتی۔

صیحح بات کو تسلیم کرنا

چنانچہ اُنھوں نے بھی مانی یہ بات تو ظاہر بات ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس انداز سے بات کی ہے کہ دوسرے کو معلوم نہ ہو اگر اُس کو بتانا مقصود ہوتا تو سب کے سامنے فرمادیتے اِنھوں نے اصرار نہیں کیا۔

مناسب موقع پر سوال عائشہ رضؓ کی دانائی

جب وفات ہوگئی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تو مَیں نے پھر پُوچھا مَیں نے کہا عزمت علیك بمالی علیك من الحق لمّا اخبر تینی مَیں تمہیں واسطہ دیتی ہوں اُس حق کا جو میرا تمہارے اُوپر ہے یعنی ماں ہونے کے اعتبار سے رشتہ تو ماں ہی کا ہے۔ ام المومنین ہیں تو اُس کا واسطہ دیتی ہوں لما اخبر تینی ـــــ ضرور تم مجھے بتاؤ کہ وہ بات کیا تھی ؟ یہ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو علم کا شوق بہت تھا معلومات جمع فرماتی رہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حافظہ بھی بہت اچّھا، ذہن بھی بہت اچّھا اور جو عام چیزیں پیش آتی تھیں وہ بھی یاد رہتی تھیں۔

طبی معلومات اور اس کی وجہ

ان کے بھانجے ہیں عُروہ اُنھوں نے پُوچھا یہ آپ کو دوائیں بہت آتی ہیں یہ کیسے ہُوا ؟ اُنھوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عمر کے آخری حصّہ میں کچھ طبیعت مُبارکہ ناساز رہنے لگی تھی تو صحابہ کرام آیا کرتے تھے اور وہ بتایا کرتے تھے کہ یہ لگالیں اور اس کی یہ تاثیر ہے تو اس طرح سے وہ دواؤں کی معلومات ہُوئیں اور ان کی تاثیرات بھی معلوم ہوئیں۔ حضرت عائشہ رضؓ فرمانے لگیں مجھے ضرور بتاؤ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا امّا الاٰن فنعم اب بتا سکتی ہوں۔

پہلی سرگوشی

بات یہ ہوئی تھی کہ جب پہلی دفعہ کی سرگوشی میں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جبریل علیہ السلام قرآن پاک کا ہر سال ایک دفعہ دَور کیا کرتے تھے مگر اس دفعہ انھوں نے دو دفعہ دَور کیا کان یعارضنی القراٰن کل سنۃ مرۃ وانہ عارضنی بہ العام مرتین۔ میرا خیال جہاں تک ہے وہ یہ ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔

اولاد کو وفات کے قریب کیا نصیحت کرنی چاہیے

توفاتقی اللہ واصبری تو تم اللہ سے ڈرو اور اس کو ہمیشہ لازم ہی سمجھو اور صبر کرو ، تکلیف جو پیش آئے اُس پر صبر کرنا برداشت کرنا اور خُدا کی طرف رجوع کرنا فاتقی اللہ واصبری اور فرمایا و انی نعم السلف انا لک مَیں تمہارے واسطے (آخرت میں) بہتر آگے جانے والا ہوں۔ مَیں آگے چلا جاؤں تمہارے لیے وہاں موجود ہوں پہلے سے یہ زیادہ بہتر بات ہے گویا ایک تسلّی کا جملہ اس میں بھی ساتھ ہے لیکن یہ کہ رسول کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم رُخصت ہو جائیں گے یہ ان کے لیے ناقابلِ تحمل ہو گیا تھا ناقابلِ برداشت ہو گیا تھا اس لیے وہ رونے لگیں کہتی ہیں کہ اس بات کو سُن کر مَیں رونے لگی۔

دوسری سرگوشی

فرماتی ہیں فلما رأی جزعی لیکن جب آپ نے میری بے تابی دیکھی تو پھر دوبارہ آپ نے سرگوشی فرمائی اُس میں یہ فرمایا کہ یا فاطمہ الا ترضین ان تکونی سیدۃ نساء اھل الجنۃ تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تمہیں اللہ کے یہاں یہ درجہ دے دیا جائے کہ تم وہاں عورتوں کی سردار ہو جاؤ ـــــ یا سیدۃ نساء المومنین اور یہ بھی بتلایا۔ انی اوّلُ اھل بیتہ اتبع مَیں آپ کے تمام اہلِ بیت میں سب سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے پیچھے (دُنیا سے رُخصت ہو کر) اس عالم میں پہنچوں گی تو اس پر مجھے خوشی ہُوئی اور مَیں اس پر ہنسی تھی۔ یہ روایت بُخاری شریف میں بھی ہے اور مُسلم شریف میں بھی ہے اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ حضرت عائشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے تعلقات آپس میں کیسے تھے۔ یہی روایت آگے چل کر ترمذی شریف میں بھی اُنھوں نے نقل کی ہے۔ مشکوٰۃ میں یہ صفحہ نمبر ۵۷۸ پر ہے جسے حضرت اُم سلمٰی رضی اللہ عنہا ـــــ روایت کر رہی ہیں۔

یہ واقعہ کب کا ہے

اور اس میں فرمایا ہے عام الفتح کہ یہ بات اس سال ہوئی ہے جس سال مکّہ مکرمہ فتح ہُوا ہے لیکن بظاہر یہ بات نہیں ہے اس میں کسی راوی کو مغالطہ ہُوا ہے عام الفتح نہیں بلکہ عام الحج ہے جس سال حج کیا ہے آپ نے (یعنی) حجۃ الوداع۔ اور حجۃ الوداع کے بعد ہی محرم آیا صفر آیا

اور ربیع الاوّل میں آپ دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔ سن ۱۱ھ شروع ہوتے ہی تو اس سال کی بات ہے یہ ان دِنوں کی بات ہے یہ۔ اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات بہت اچھے تھے اور جو واقعات نقل کیے جاتے ہیں اُن کی قلبی دُوری کے وہ غلط ہیں بلکہ ان کا آپس میں اُسی طرح کا تعلق تھا جیسے کہ سعادت مند لوگوں کا حال ہوتا ہے ایسے نہیں تھا کہ جیسے دِل میں کینہ رکھنے والے اور خراب لوگوں کا حال ہوتا ہے ظاہر کچھ باطن کچھ تعلقات خراب زیادہ اور ظاہر میں مداری یا کچھ ایسی چیز یہ بات بالکل نہیں بلکہ سچ مچ تعلقات تھے وہ اس وقت پُوچھ رہی ہیں اور پھر وہ اُنھیں بتلا رہی ہیں پھر جُملے بڑے اچھے بما لی علیك من الحق جو میرا تمہارے اُوپر حق بنتا ہے اُس کا واسطہ دیتی ہوں عزمت علیك بالکل لازمی کر رہی ہوں ضروری تاکید کر رہی ہوں کہ مجھے ضرور بتاؤ تو اُنھوں نے بتا دیا۔

جنّت میں عورتوں کی سردار کون کون ہیں

اب سیّدۃ نساء اہل الجنۃ ان میں کون کون ہیں جو وہاں سردار ہیں تو یہ بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے کہ سرداروں میں شمار ہوں گی جیسے سردار کئی ہو سکتے ہیں تو اسی طرح سرداروں میں شمار ہوں گی یا کوئی لقب ہے وہ دے دیا جائے گا جو خاص خاص لوگوں کو دیا جاتا ہے جیسے لارڈ ہے سر ہے اور کوئی خطاب ہے وہ دیا جائے اس طرح سے ان حضرات کو یہ دیا جائے گا تو اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

سب ہی افضل ہیں کچھ تعارض نہیں

اگر کسی بھی یہ جُملہ مل جائے کہیں یا اشکال یہ پڑے کہ پھر جو حضرت مریمؑ اور حضرت عائشہؓ، حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمہؓ ان میں بڑا آپس میں موازنہ کیا گیا ہے کہ ان میں افضل کون ہے سب افضل ہیں ان میں ہر ایک اپنی جگہ ٹھیک ہے اور سب کے لیے اچھے کلمات آئے ہیں تقابل بھی کیا گیا ہے حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما کا اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو ہیں وہ علماً بڑی ہیں سب کچھ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اُن سے بڑا تعلق تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اتنا تعلّق کسی اور سے نہیں تھا جتنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھا۔

نبی علیہ السلام کی خفگی

اور اسی پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خفا بھی ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اُنھوں نے کچھ جملے کہہ دیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کثرت سے یاد

کرنے پر نبی علیہ السّلام کو وہ جملے پسند نہیں آتے۔ پھر انہوں نے توبہ کی اور آئندہ ساری عمر اُن کا ذکر بھلائی سے کیا کبھی بُرائی سے نہیں کیا۔

اللہ کی طرف سے سلام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبریل علیہ السّلام نے سلام کہلایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے حضرت جبریل علیہ السّلام سلامتی کی بشارت لائے اللہ کی طرف سے سلامتی کی بشارت من اللہ۔ اللہ تعالیٰ سلام کہلائیں یہ ترجمہ نہیں کیا جائے گا یہی ترجمہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت سلامتی کی

حضرت خدیجہؓ کے فضائل

پھر جس دَور میں اُنھوں نے (حضرت خدیجہؓ نے) خدمت کی اسلام کی یہ دَور وہ ہے جس میں نہایت زیادہ شدید ضرورت تھی اور ہر طرح اُنھوں نے خدمت کی تسلیم کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو سب سے پہلے۔ پہلے ایمان لانے والی اور اُن کو جنّت میں ایک محل کی بشارت بھی ساتھ ساتھ عنایت فرمائی گئی تھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السّلام پیغام لائے اس لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ زوجہ محترمہ بھی ہیں اور آپ نے فرمایا ــــــ وکان لی منھا ولد اور ان سے میری اولاد بھی ہوئی ہے۔

سوتیلی اولاد کو اپنی اولاد قرار دیا

اور پھر آپ نے جو اُن کی اولاد ہوئی تھی اُن سے (پہلے شوہروں کی اُس کو اپنی اولاد قرار دیا جیسے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام حضرت مریم علیہ السّلام سے پیدا ہوئے مگر من ذریتہ ابراھیم شمار ہوئے۔ ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایّوب ویونس وھارون۔

یہ قرآن پاک میں ہے اور وزکریا و یحیی وعیسی والیاس یہ سب کے سب حضرت ابراھیم علیہ السّلام کی اولاد میں شمار ہوتے ہیں حالانکہ وہ حضرت مریم علیہا السّلام کے بیٹے ہیں۔ باپ کوئی نہیں ہے لڑکی کی اولاد ہیں۔ اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی ایک لڑکی کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دیا اور وہی چلی بھی۔

آپ کی باقی صاحبزادیوں کی اولاد آگے نہیں چلی

باقی جو آپ کی صاحبزادیاں تھیں اُن سے اولاد آگے نہیں چلی اسی لیے بھی حضرت فاطمہؓ کا بھی ذکر زیادہ آتا ہے اور خُدا کو پسند بھی ہوں گی۔ پہلے ہی سے خدمات بھی چلی آرہی تھیں میں نے عرض کیا

تھا کہ کعبۃ اللہ میں لاکر اوجڑی ڈالی بچہ دانی ڈالی (سَلیٰ) تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی نے ہٹائی تھی اُحد کے میدان میں بھی مرہم پٹی اُس میں بھی ذکر آتا ہے اسی طریقہ پر اور جگہوں پر بھی ذکر ملے گا۔ غزوات میں بھی کہیں کہیں اور جگہوں پر بھی ساتھ رہیں تو اُن کا ساتھ رہنا پھر ساتھ رکھنا یہ سب چیزیں ایسی ہوگئیں کہ ذکر اُن کا زیادہ آنے لگا ورنہ تو بیٹیاں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کئی ہیں اور سب کی ہی افضلیت ہے بلاشبہ اور جو رشتہ بیٹی ہونے کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہے وہی دوسری بیٹیوں کا ہے اُس میں کوئی فرق نہیں، البتہ تعلق، محبّت اور ذکر زیادہ جو ہے ان کا وہ اس بناء پر ہے۔

روافض دوسری بیٹیوں کا انکار ہی کر دیتے ہیں

تو شیعہ جو ہیں وہ تو انکار کرتے ہیں دوسری بیٹیوں کا کہتے ہیں وہ بیٹیاں ہی نہیں تھیں مگر ہم تو انکار نہیں کرتے ہم تو یوں نہیں کہتے ہیں، البتہ حضرت فاطمہ رضؓ کے بارے میں کلمات بڑے آگئے ہیں سیّدۃ نساء اھل الجنۃ وہی خطبے میں پڑھے جاتے ہیں اور اُس کی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایسی صفات سے نوازا تھا اور ایسے مواقع عطا فرمائے کہ یہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ہی رہی ہیں اوّل سے آخر تک اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کا احترام کرنے کی توفیق دے اور ساتھ عطا فرمائے۔ آمین

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

NBB

نفیس بک بائنڈرز

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ○ فون 7322408

اُمّتِ محمّدیہ کے دو اہم کام

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

اسلام سراسر خیر و خوبی اور نیکی کا نام ہے، اس میں بُرائی ذرا بھی برداشت نہیں اس اُمّت کو جہاں نیک اعمال کرتے رہنے کا حکم دیا گیا وہاں نیکیوں کو رواج دینے اور بُرائیوں سے روکنے کی ذمّہ داری بھی عائد کی گئی ہے۔ اس اُمّت کے فضائل قرآن مجید نے یُوں بیان کیے ہیں۔

ترجمہ: تم بہترین اُمّت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے تم نیک کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران)

اس آیت شریفہ میں اِس اُمّت کو "خیر امت" کا لقب دیا گیا ہے اور اس لقب کے استحقاق کی وجہ بھی بتا دی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی کرتے رہنے سے یہ اُمّت "خیر الامم" کے لقب سے سرفراز ہوئی ہے۔ اس کام کو دین کا مستقل کام سمجھ کر انجام دینا ایک اہم ذمّہ داری ہے اور یہ کام ہر مُسلمان اپنی استطاعت اور علم کے بقدر کر سکتا ہے۔ اعمال صالحہ کی ترغیب اور بُرائیوں سے روکنے کا کام صرف واعظوں اور مبلّغوں کے ذمّہ نہیں بلکہ ہر صاحب ایمان کی ذمّہ داری ہے۔

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص جب کسی غیر شرعی کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے بدلے اور زبان سے کہنے کی بھی طاقت نہ ہو تو اس کو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔　　(رواہ مسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں بُرائی پر نکیر کرنے کے تین درجے بتائے گئے ہیں، اگر کسی شخص کو کسی

اعتبار سے یہ طاقت حاصل ہو کہ وہ اللہ کی نافرمانی کو بزورِ بازو روک سکتا ہو تو اس پر لازم ہے کہ طاقت استعمال کر کے بُرائی کو روکے اور اگر یہ قدرت نہ ہو بلکہ صرف زبانی نصیحت اور روک ٹوک کر سکتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ ایسا کرے اور اگر زبان سے روکنے کی بھی طاقت نہ ہو مثلاً کسی جگہ فُسّاق و فجّار کا بہت زور ہو اور اُن کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا اندازہ ہو تو کم از کم ان کے افعال کو دل سے بُرا جانے اگر دل سے بھی بُرا نہیں جانتا بلکہ معاصی اور منکرات سے راضی اور خوش ہے تو ایسے شخص کے دل میں ایمان کی کوئی روشنی نہیں۔ اگر اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے محبت اور تعلق ہوتا تو یہ اللہ کی نافرمانی ہوتے دیکھ کر تڑپ اُٹھتا اور تلملا جاتا۔ اب آپ غور کریں کہ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس حکم پر عمل کرنے والے کتنے ہیں؟ ہر شخص اپنے دوستوں کو پڑوسیوں کو اور گھر والوں کو اس نظر سے دیکھے کہ وہ کن گناہوں میں مُبتلا ہیں۔ پھر اپنے ذاتی اثر و رسوخ، طاقت، وجاہت اور عہدہ کے زور سے روکنے کی کوشش کرے۔

مگر افسوس کہ عالم یہ ہے کہ روکنا تو دَرکنار گناہوں میں شرکت اور مدد کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ اپنی اولاد کی تعلیمی نااہلی اور سُستی و کاہلی کی شکایت کرتے ہیں لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اولاد سے اس لیے ناخوش ہوں کہ وہ نماز کی پابندی نہیں کرتی اور معصیت میں مُبتلا ہے۔

سلطنت اور حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے والے اپنی قلمرو سے معاشرہ میں پھیلے ہُوئے گناہوں کو روکیں اور ہر مُسلمان اپنے اہل و عیال اور ماتحتوں کو منکرات سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اسی طرح صحیح اسلامی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

بقیہ : مولانا ربّانی

جس کا سنگِ بُنیاد خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ نے رکھا تھا۔

مولانا ربّانی کا جنازہ امیر پنجاب جمعیۃ نے پڑھایا، جنازہ جوہر آباد کا سب سے بڑا تاریخی تھا۔

تعزیّت کے لیے قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن دوسرے دن تشریف لائے تھے۔ نمازِ جمعہ پڑھائی۔ مرحوم کے بیٹے مولانا حکیم رشید ربّانی کو جانشین مقرّر کر کے دستاربندی فرمائی۔ تعزیّت کے لیے مولانا سیّد محمود میاں مدظلہ مولانا سیّد رشید میاں مدظلہ، مولانا امیر حسین گیلانی۔ مولانا سیّد عبدالمالک شاہ اور حضرت خواجہ خان محمّد صاحب مدظلہ تشریف لائے اور قبر پر خصوصی دُعا فرمائی۔

فضائلِ سُورہ یٰسین

اور

چند مشاہدات

ڈاکٹر پروفیسر نُور احمد نُور (فزیشن ملتان)

احادیث میں سورۃ یٰسین کے بہت سے فضائل وارد ہُوئے ہیں۔ ہر چیز کے لیے ایک دل ہُوا کرتا ہے اور قرآن شریف کا دل سورۃ یٰسین ہے جو شخص اس سورۃ کو پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس قرآنوں کا ثواب لکھ دیتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ طٰہٰ اور سورۃ یٰسین کو زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا جب فرشتوں نے سُنا تو کہنے لگے خوشحالی ہے اس اُمّت کے لیے جن پر یہ قرآن اُتارا جائے گا اور خوشحالی ہے ان دلوں کے لیے جو ان کو یاد کریں گے اور خوشحالی ہے ان زبانوں کے لیے جو اس کی تلاوت کریں گی۔ ایک حدیث میں ہے۔

"جو شخص سورۃ یٰسین کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں"۔

پس اس سورۃ کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ ایک روایت میں ہے۔

"جس نے سورۃ یٰسین کو ہر رات میں پڑھا، پھر مر گیا تو شہید مرا"۔

ایک روایت میں ہے کہ

" جو سورۃ یٰسین کو پڑھتا ہے اُس کی مغفرت کی جاتی ہے، جو بُھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہوجاتا ہے، جو راستہ گم ہوجانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے، جو شخص جانور گم ہوجانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ پالیتا ہے اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہوجانے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہوجاتا ہے،

جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نزع میں ہو تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے جو ایسی عورت پر پڑھے جس کے بچے ہونے میں دُشواری ہو رہی ہو اس کے لیے بچہ جننے میں سہولت ہو جاتی ہے، جب بادشاہ یا دُشمن کا خوف ہو اس کے لیے سورۃ یٰسین پڑھے وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ (فضائل قرآن شریف۔ مولانا زکریاؒ)

مَیں نے اپنی عملی زندگی میں سورۃ یٰسین کو یقین کے ساتھ پڑھ کر اس کے اثرات دیکھے تو ایسے ہی پایا جیسے لکھا ہُوا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام کی برکات کا یقین نصیب فرمائے۔ (آمین) چند مشاہدات پیشِ خدمت ہیں:

دُشمنوں کے حملہ سے حفاظت

۱۹۸۰ء میں، مَیں قائدِ اعظم میڈیکل کالج بہاولپور کا پرنسپل تھا۔ گورنمنٹ نے سارے ملک میں تمام کالجوں میں امتحانات کرائے تو اکثر کالجوں میں گورنمنٹ کی مخالف تنظیم کامیاب ہُوئی سرکار کے خلاف لڑکے جلوس نکالتے تھے۔ ملک کے سربراہ کے خلاف بُرے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ گورنمنٹ ان لڑکوں کو پکڑ کر سزا دیتی تھی جس پہ یہ لڑکے کالج کے اساتذہ کے خلاف ہو جاتے تھے اور سب سے زیادہ مخالفت پرنسپل کی کی جاتی کیونکہ وہ سرکار کا نمائندہ تصوّر کیا جاتا ہے۔ بہاولپور کے میڈیکل کالج اور ایس ای کالج کا بھی یہی حال تھا۔ مجھے ہر وقت لڑکوں کی طرف سے خطرہ تھا کیونکہ پرنسپل کا گھر لڑکوں کے ہوسٹلز کے قریب ترین تھا۔ اسی دوران ہی ایک کالج کا پرنسپل مر چکا تھا۔ دوسرے کالج کے پرنسپل پر دل کا دورہ پڑ گیا تھا۔ اسی اضطراب کی حالت میں ایک رات ایک بجے مجھے ڈپٹی کمشنر نے نیند سے جگایا اور بتایا کہ لڑکوں کا گروپ تمہارے گھر پر حملہ کرنے کی نیت سے نکل آیا ہے۔ آپ اپنے بچّوں کو حفاظتی کمرے میں منتقل کر دیں اور مَیں پولیس کو روانہ کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے پولیس دیر سے پہنچے حفاظتی انتظام فوری کر لیں۔ مَیں اُسی وقت جاگا۔ بچے باہر صحن میں آرام کی نیند سو رہے تھے۔ مَیں نے ہاتھ میں ایک سوٹی لی اور یٰسین شریف پڑھنا شروع کر دی۔ جس سے میرا خوف ختم ہو گیا مَیں سارے گھر میں پھرتا رہا اور یٰسین شریف پڑھتا رہا۔ جب نصف گھنٹہ گزر گیا اور کوئی بھی نہ آیا تو مَیں نے ڈپٹی کمشنر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے تھوڑی دیر کے بعد پتہ کر کے بتایا کہ لڑکے کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد رُک گئے۔ آپس میں مشورہ کیا اور پھر منتشر ہو گئے۔

مَیں نے صبح کے وقت اپنے چوکیداروں سے اس خبر کی تصدیق کرائی اور پولیس فورس جو درختوں پر خُفیہ ڈیوٹی پر مامور تھے۔ اُنھوں نے بھی لڑکوں کے اس حملہ کی توثیق کی۔ یہ سب اللہ کے کلام کی برکت سے ہُوا۔

نزع کے وقت یٰسین پڑھنا

میرا ایک مریض جو میرے وارڈ میں داخل تھا۔ نزع کی حالت میں تھا۔ اس کو دَورے پڑ رہے تھے جس میں اس کا رنگ پیلا ہوجاتا اور آنکھیں تن جاتیں، چنانچہ میں مریض کے قریب کھڑا رہا اور آہستہ سے سورۃ یٰسین پڑھنا شروع کی۔ دوسرے ڈاکٹر اس مریض کے علاج میں مشغول تھے اور مَیں سورہ یٰسین پڑھ رہا تھا جب مَیں نے سورۃ یٰسین شریف ختم کر لی تو مریض کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ سانس بند ہوگیا اور آخر وہ انتقال کر گیا۔ آخر میں، مَیں نے دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو اس کے رُخساروں پر گرے اور ہلکی سی مسکراہٹ مریض کے مُنہ پر آئی اس طرح سورۃ یٰسین کی بدولت اللہ تعالیٰ نے نزع کی تکلیف آسان کردی۔

لاعلاج مرض سے شفا

ہمارے ایک پروفیسر صاحب کو یرقان کا مرض اتنا شدّت اختیار کر گیا کہ وہ میرے زیرِ علاج نشتر ہسپتال میں داخل ہُوئے۔ مرض دن بدن شدّت اختیار کرتا گیا۔ حتّٰی کہ بے ہوشی کے دَورے شروع ہوگئے جو کہ ہمارے علم کے مطابق بہت خطرناک نشانی ہے۔ چنانچہ مَیں نے نشتر کے تمام اطباء کا طبّی بورڈ بلوایا کہ پروفیسر صاحب کے علاج کے متعلّق سوچ و بچار کیا جاوے۔ طبّی بورڈ نے اس کو لاعلاج بتادیا اور یہ خبر کسی ذریعہ سے ہمارے مریض پروفیسر تک پہنچ گئی وہ خود بھی جانتا تھا کہ یہ یرقان لاعلاج ہے۔ طبّی بورڈ کے بعد اُنھوں نے اُونچا اُونچا رونا شروع کر دیا کہ اُن کا آخری وقت آگیا ہے۔ تین بجے دوپہر مجھے بذریعہ ٹیلی فون گھر اطلّاع دی گئی کہ پروفیسر صاحب بہت رو رہے ہیں۔ میں بھاگا ہُوا ان کے پاس گیا کیونکہ پروفیسر صاحب حافظ قرآن تھے اور بہت ہی اچھی قرأت سے تلاوت کرتے تھے۔ اس لیے مَیں نے ان کے ساتھ کافی وقت بیٹھ کر ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کے واقعات بتائے اور سورۃ یٰسین کے فضائل بیان کیے اور ایسے ایسے مریضوں کا حال بتایا جو کہ تلاوت و ذکر سے شفایاب ہو چکے تھے، حالانکہ ہمارے علم کے مطابق اُن کے مرض کا کوئی علاج نہیں تھا۔ میری ان سے گفتگو کا بہت اثر ہُوا۔ چنانچہ

پروفیسر صاحب نے سورۃ یٰسین پڑھنا شروع کی۔ تمام ڈاکٹر، نرسیں مریض کی خوش الحانی پر حیرت زدہ تھے۔ چنانچہ پروفیسر صاحب سات دن تک متواتر اللہ کے کلام کو پڑھتے رہے اور خاص کر یٰسین شریف کو۔ ہسپتال کی نرسوں نے مجھے بتایا کہ پروفیسر صاحب نیند میں بھی سورۃ یٰسین پڑھتے رہتے ہیں۔ سات دن کے اندر اندر یرقان کا مرض کم ہونا شروع ہوگیا اور مرض جو طبّی بورڈ نے لاعلاج بتایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نے اپنے خاص لُطف و کرم سے ٹھیک کر دیا۔ پروفیسر صاحب کو سورۃ یٰسین کی تلاوت اور فضائل کا اتنا یقین ہوگیا کہ اُنھوں نے سُنّت کے مطابق پُوری ڈاڑھی رکھ لی اور اور نماز کی پابندی شروع کر دی جو اللہ کے فضل سے اب تک بھی ہے۔ یہ سب اللہ کے کلام اور خاص کر سورۃ یٰسین کی برکت ہے۔

ہوائی سفر کا واقعہ

چند سال قبل میں کراچی میں میٹنگ کے لیے فوکر کے ذریعے ملتان سے روانہ ہُوا۔ راستہ میں ایک خطرناک طوفان (اندھیری) نے ہمارے فوکر ہوائی جہاز کو پاکستان سے اُڑا کر ہندوستان کی حدود میں داخل کر دیا۔ ہوائی جہاز ہچکولے کھا رہا تھا اور گرنے کا خطرہ تھا۔ ہندوستان سے ہمارے جہاز کے کپتان کو دھمکی ملی کہ وہ وہاں سے چلا جائے ورنہ جہاز کو گرا دیا جائے گا۔ تمام مسافر پریشان تھے۔ مَیں نے سورت یٰسین پڑھنا شروع کی۔ کچھ وقت کے بعد ہم نے دیکھا کہ جہاز کے ہچکولے بند ہو گئے اور ہم سب واپس ملتان کے ہوائی اڈے پر آ گئے۔ تمام مسافروں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ہماری جان محفوظ رہی۔

ایک بہت ہی خطرناک سفر

کافی سال قبل میں پہاڑوں پر ایک جماعت کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ راستہ میں ہماری گاڑی کا پٹرول ختم ہوگیا۔ جماعت روزہ سے تھی۔ افطار کا وقت قریب تھا مگر کھانے پینے کا سامان کچھ بھی ساتھ نہ تھا ادھر جنگل کا اندھیرا ڈرا رہا تھا۔ سب ساتھی گھبرا گئے کہ جنگل اور پہاڑوں کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ ہماری جماعت کے امیر نے سورۃ یٰسین پڑھنے کی تلقین کی، چنانچہ ہم سب نے سورۃ یٰسین پڑھنا شروع کی۔ ابھی تھوڑا وقت گزرا تھا کہ ایک خالی گاڑی آکر ہمارے قریب رُک گئی اور ہمیں سوار

ہونے کے لیے کہا۔ ہم سب حیران تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگل میں بیابان میں ہمارے لیے آسانی ہونا فرمادی۔ گاڑی کے ڈرائیور سے پوچھا تو اُس نے بھی عجیب بات بتائی کہ وہ کسی اور طرف جارہا تھا مگر راستہ بھول کر اس طرف آگیا۔ چنانچہ ساری جماعت بخیریت افطاری کے وقت اپنے مقام پر پہنچ گئی۔

ایک اور ہوائی سفر کا واقعہ

چند ماہ قبل میں کراچی سے ملتان بذریعہ ہوائی جہاز آرہا تھا۔ جب ہمارا جہاز سکھر کے قریب پہنچا تو ملتان میں شدید اندھیری آگئی۔ جہاز کے کپتان نے تمام مسافروں کو اطلاع کردی کہ اندھیری کی وجہ سے ملتان اُترنا ناممکن ہے اس لیے ہوائی جہاز سیدھا لاہور جائے گا اور ملتان کے مسافروں کو دوسرے دن دوپہر کے وقت ملتان پہنچایا جائے گا۔ مَیں نے اسی وقت یقین کے ساتھ سورۃ یٰسین پڑھنا شروع کردی اور یہ نیت کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھا ملتان لے جاوے۔ دس منٹ کے بعد اعلان ہُوا کہ ملتان کا موسم ٹھیک ہوگیا ہے اس لیے ہوائی جہاز سیدھا لاہور جانے کی بجائے ملتان اُترے گا۔ چنانچہ ہم سب اپنے پروگرام کے مطابق ملتان پہنچ گئے۔

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے واقعات

۱۹۵۲ء میں، مَیں ایم بی بی ایس میں پڑھ رہا تھا۔ ملتان کے مشہور باغ عام خاص باغ میں شاہ صاحب مرحوم کی تقریر تھی۔ چنانچہ میرے والد صاحب مرحوم مجھے ساتھ لے گئے۔ شاہ صاحب نے عشاء کی نماز کے بعد اپنی تقریر شروع کی جو کہ فجر کی نماز کی اذانوں تک جاری رہی اور کوئی بھی تھکان محسوس نہ ہُوئی۔ رات کو ایک بجے لوگوں نے سونا شروع کردیا تو شاہ صاحب نے سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کی جس کا اثر اتنا ہُوا کہ سارا مجمع جاگ اُٹھا اور لوگ رو رہے تھے۔ سارے مجمع کے اُوپر سفید رنگ کا بادل آگیا جس میں سفید سفید روشنیاں تھیں۔ یہ بادل قریباً تمام لوگوں نے دیکھا اور شاہ صاحب نے ایک گھنٹہ کے بعد سورۃ یٰسین مکمل کی تو یہ بادل یکدم غائب ہوگئے۔ شاہ صاحب نے خود بتایا کہ اللہ کے کلام کو سُننے کے لیے فرشتے آئے ہُوئے تھے۔

میرے والد مرحوم نے کئی دفعہ ذکر فرمایا کہ پاکستان بننے سے پہلے ہندوؤں نے شدھی کی تحریک شروع

کی۔ راجن پور شہر کے قریباً سات مُسلمان خاندان ہندو ہو گئے۔ سر پہ چوٹیاں رکھ لیں اور مندروں میں جانا شروع کر دیا۔ اس سے مُسلمان آبادی بہت پریشان ہُوئی۔ سب اکٹھے ہُوئے کہ کیا کرنا چاہیے۔ مشورہ یہ ہُوا کہ عطاء اللہ شاہ صاحب کو بُلایا جائے۔ چنانچہ میرے والد مرحوم شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو راجن پُور لے آئے۔ تمام شہر اکٹھا تھا۔ شاہ صاحب نے صرف سورۃ یٰسین تلاوت فرمائی جو گھنٹہ سے زیادہ جاری رہی۔ اس تلاوت کا اثر یہ ہُوا کہ جو مُسلمان مرتد ہو گئے تھے وہ دوبارہ مُسلمان ہُوئے اور کافی سارے ہندو مُسلمان ہو گئے۔ ہندوؤں پر مُسلمانوں کا رعب چھا گیا اور شدھی کی تحریک ماند پڑ گئی۔ دو سال بعد ہندوؤں نے پھر شدھی کی تحریک شروع کی تو مُسلمانوں نے شاہ صاحب کو بلوانے کا پروگرام بنایا جس کا سُن کر ہندو ٹھنڈے پڑ گئے۔

دو قبائل میں جنگ بندی

کافی عرصہ ہُوا ایک جماعت کے ساتھ بٹ گرام سے آگے گجبوڑی پہاڑ پر ہماری تشکیل ہُوئی۔ یہ پہاڑ بہت بڑا ہے جس کی مختلف بلندیوں پر پانچ شہر آباد ہیں اور ہر شہر کی علیحدہ مسجد اور امام ہے۔ جب ہم اس پہاڑ کے قریب پہنچے تو سب سے پہلے پولیس چوکی تھی۔ پولیس والوں نے ہمارا استقبال کیا اور بتایا کہ یہاں دو قبائل میں سترہ دن سے جنگ ہے۔ درجنوں آدمی مر چکے ہیں اور لاکھوں روپے کا اسلحہ ضائع ہو چکا ہے، کیونکہ پٹھان جماعت کی قدر کرتے ہیں اس لیے پولیس والے خوش تھے کہ اب صلح ممکن ہے۔ ہمارے لیے یہ خبر پریشان کُن تھی۔ خیر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے نیچے والی مسجد میں داخل ہُوئے تو وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ اس پہاڑ گجبوڑی پر پانی کی قلت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ پہاڑ کی چوٹی سے ایک چشمہ جاری ہو گیا جس کے پانی پر اُوپر والی بستی کے لوگوں نے قبضہ کر لیا اور نیچے والوں کو پانی دینے سے انکار کر دیا، چنانچہ لڑائی شروع ہُوئی جس کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے جب ہم نیچے والی مسجد میں داخل ہُوئے لوگوں نے جماعت سے کہا کہ اُوپر والے لوگ یزید ہیں اُن کے لیے بددُعا کریں۔ ہماری جماعت کے امیر صاحب نے کہا کہ ہم تو دُعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ میں صلح کرا دے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ عشاء کے بعد فائرنگ شروع ہو گئی، بازار بند ہو گئے۔ ہماری جماعت مسجد کے اندر ساری رات بند رہی۔ دوسرے دن صلح کرانے کے لیے ایس پی، ڈپٹی کمشنر ہماری

جماعت کے امیر اور مجھے لے گئے کہ دونوں قبائل میں صلح کرا دی جائے۔ ہم نے سارا دن دونوں فریقوں کے بڑوں کی منّت سماجت کی مگر کچھ نہ بنا۔ افسران نے ان کو دھمکیاں دیں۔ چنانچہ مجلس بغیر نتیجہ برخاست ہوگئی۔ بازار بند تھے۔ فائرنگ پھر شروع ہوگئی اور ہماری جماعت نے مسجد کے اندر پناہ لی۔ دو آدمیوں کی لاشوں کو ہم پڑا ہُوا دیکھ رہے تھے۔ ساری جماعت روزہ کے ساتھ تھی۔ مغرب کی نماز بغیر کچھ کھائے پیئے ادا کی کیونکہ کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ بازار بند تھے اور دونوں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ عشاء کی نماز اسی طرح پڑھی۔ آخر ساری جماعت نے مشورہ کیا، یہ طے پایا کہ سورۃ یٰسین پڑھ کر دُعا کی جاوے۔ رات کے گیارہ بجے سورۃ یٰسین کا ختم مکمّل ہُوا۔ خُوب گڑگڑا کر دُعا کی کہ باری تعالیٰ دونوں قبائل میں صلح کرا دے۔ جب دُعا ختم کی تو فائرنگ ختم ہوگئی۔ بازار کھل گئے اور مسجد نمازیوں سے پر ہوگئی۔ وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ اب ہماری صلح ہوگئی ہے۔ پھر فائرنگ نہیں ہُوئی۔ ہماری جماعت نے سکون کے ساتھ پانچوں شہروں میں کام کیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے کلام کی برکت سے ہُوا۔ جہاں ڈپٹی کمشنر، ایس پی وغیرہ ناکام رہے وہاں اللہ کے کلام نے کام کیا۔

اپنے بچّوں کی شادی پر سورۃ یٰسین کا عمل کرنا

مَیں نے اپنے تین بچّوں کی شادیاں کیں۔ کھانا کھلانے کے دوران سورۃ یٰسین کے عمل کو کبھی نہیں بھولا اور اللہ کے فضل سے کھانا بھی کم نہیں پڑا، بلکہ بہت سارا بچ گیا۔ میرے ایک دوست نے بھی اپنے دو بچّوں کی شادی کی تو مَیں نے سورۃ یٰسین کے فضائل سُنائے تو انھوں نے بھی یہ عمل کیا اور کھانا سینکڑوں ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور کافی سارا بچ گیا۔

بچّہ پیدا ہونے میں دُشواری اور سورۃ یٰسین کے عمل کا اثر

مولانا محمد اسلم مرحوم نشتر کالج کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ ایک دن مَیں اُن کی زیارت کے لیے ان کے گھر گیا تو وہاں ایک غریب آدمی بیٹھا رو رہا تھا اور مولانا صاحب کو بتا رہا تھا کہ اس کی بیوی دو دن سے لیبر روم میں داخل ہے۔ بچّہ ٹیڑھا ہونے کی وجہ سے پیدا نہیں ہو رہا۔ ڈاکٹروں نے بڑا آپریشن تجویز فرمایا اور دو خُون کی بوتلیں اور ادویات لانے کے لیے کہا۔ ان دو دنوں میں اس کا کافی پیسہ

خرچ ہوگیا تھا اور بہت پریشان تھا۔ مولانا مرحوم نے تھوڑا سا پانی گلاس میں لے کر سورۃ یٰسین میرے سامنے پڑھی۔ پانی کو دم کیا اور کہا کہ کسی طریقے سے مریضہ کو پلا دے۔ پانی پلانے کے تھوڑی دیر بعد بچّے کی پیدائش قدرتی طریقے سے ہوگئی اور آپریشن کے تمام انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے ڈاکٹر بہت پریشان تھے کہ یہ کیسے ہُوا؟ دوسرے دن جب میں مولانا مرحوم کو دیکھنے کے لیے گیا تو وہی غریب آدمی مٹھائی لے کر آیا ہُوا تھا اور اسی نے سارا ماجرا سُنایا۔

مولانا محمد اسلم مرحوم کے اس عمل نے میرے یقین کو پختہ کر دیا۔ چنانچہ چند سال قبل میری ایک عزیزہ وضع حمل کے لیے نشتر ہسپتال میں داخل ہُوئی۔ لیڈی ڈاکٹر نے بتایا کہ بچّہ الٹا ہے اور قریباً بارہ گھنٹے میں فارغ ہوں گے ___ میں سورۃ یٰسین پانی پر دم کر کے بی بی کو پلاتا رہا اور قریباً ایک گھنٹے میں میری عزیزہ فارغ ہو کر ہمارے گھر بھی آگئی۔ چند گھنٹے مریض کے داخلہ کے بعد لیڈی ڈاکٹر نے ٹیلی فون کیا اور میری عزیزہ کے بارے میں پُوچھا تو نرس نے بتایا کہ وہ تو فارغ ہو کر گھر واپس چلی گئی ہے لیڈی ڈاکٹر کو حیرانگی ہُوئی۔ ٹیلی فون پر مجھ سے رابطہ قائم کیا تو مَیں نے سورۃ یٰسین کی برکات کا ذکر کیا مگر وہ بی بی پریشان رہی۔ چند ماہ بعد میری اور عزیزہ کا وضع حمل کا مسئلہ درپیش آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے تو کئی گھنٹے کا پروگرام بتایا مگر سورۃ یٰسین کی برکت سے نصف گھنٹہ میں بخیریت فارغ ہو گئے۔

سورۃ یٰسین کے چند فضائل لکھے ہیں اور اپنے تجربہ کی باتیں کی ہیں۔ یہ تمام باتیں برحق ہیں مگر کیونکہ ہم نے جان، مال، وقت کی قربانی نہیں کی اس لیے ہمارا یقین کمزور ہے۔ جب ہم ان تینوں چیزوں کی قربانی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو مضبوط بنائے گا۔ یہ دین کی محنت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے ہم سب نے کرنی ہے جس سے ہمارا اللہ کی ذات اور حضورؐ کے نورانی طریقوں پر کامیابی کا یقین بنے گا۔ لہٰذا دین کی محنت خود بھی کرنی ہے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینی ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ الخیر)

حافظ نُور محمدّ انور صاحب

شب برا ٔت

آج کی رات ہے لا ریب فضیلت والی آج کی رات ہے بخشش و رحمت والی
آج کی رات خصوصاً ہے عبادت والی آج کی رات عموماً ہے سخاوت والی

آج کی رات ہمیں دیتی ہے پیغامِ نجات ہے اگر آج گنہگاروں کو بخشش کی طلب
رکھ کے سر سجدے میں روٹھے ہُوئے رب کو منالو آج کی رات ہی بن جائے گی بخشش کا سبب

آج کی رات عبادت کے ہیں درجات بلند آج کی رات ہے جنّت کے خزانوں کی کلید
آؤ آج مل کے سبھی ذکرِ خُدا کرلیں پھر نہ شاید ہو میسّر ہمیں یہ راتِ سعید

آج کی رات خُدا بندوں کو دیتا ہے صدا کوئی حاجت ہو تو پُوری کروں حاجت تیری
اُٹھ کے بیدار ہو اب کر لے عبادت رب کی آج کی رات کی افضل ہے عبادت تیری

حاجی مجیب الرحمٰن اکبری، ڈیرہ اسماعیل خان

فضائلِ شہداء

❁

حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"شہید کی کئی قسمیں ہیں ان میں سب سے عالی مرتبہ وہ شہید ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اللہ تعالیٰ کی بات کو اونچا کرنے کے لیے میدانِ جنگ میں کافروں کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔"

(بینات، جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ، ص ۱۵)

فقہ کی کتابوں میں ہے کہ شہید وہ ہے جس کو مشرکوں نے قتل کیا ہو یا میدانِ جہاد میں پایا جائے اور اُس پر زخم کے نشانات ہوں اور خون بہا ہو یا مسلمانوں نے ظالمانہ طور سے قتل کر دیا ہو اور (ابتداءً) اس کے قتل سے دیت لازم نہ ہوتی ہو (جوہرۃ النیرہ) یا باغیوں نے یا ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہو وہ شہید ہے۔ (قاضی خان و سراجیہ)

عالی مرتبہ شہید کے بے شمار فضائل قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں بیان ہوئے ہیں۔

قرآن مجید میں

آیت نمبر ۱، فرمان الٰہی ہے: "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (البقرۃ)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں اُن کے متعلق نہ کہو کہ وہ مُردے ہیں بلکہ زندہ ہیں لیکن تم اُن کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔

آیت نمبر ۲: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اٰتاھم اللہ من فضلہ الآیۃ" (آل عمران)

ترجمہ: اور جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں اُن کو مُردے مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ

ہیں اپنے ربّ کے مقرب ہیں اُن کو رزق ملتا ہے وہ اللہ کے فضل میں سے دیے ہوئے
پرخوش ہوتے ہیں۔"

ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے شہداء کی کئی فضیلتیں ذکر فرمائی ہیں۔

ایک یہ کہ شہداء کو شہادت کے بعد ہمیشہ کی زندگی عطا ہوتی ہے تم اُن کو مُردہ نہ خیال کرو نہ ہی مُردہ کہو چونکہ لفظ "الذین قتلوا" اور "من یقتل" کے ہیں اور مقتول جسم ہوتا ہے رُوح مقتول نہیں ہوتی اور نہ رُوح پر موت آتی ہے اور نہ ہی رُوح کی زندگی اور موت کی گفتگو کی جاتی ہے اس لیے ان آیات میں شہید کی جسمانی زندگی کا ثبوت ہے نہ کہ محض روحانی زندگی کا اور چونکہ میدانِ جہاد میں رُوح بغیر جسم کے نہیں پہنچتی اس لیے اس شہادت میں دونوں شریک ہیں۔ یعنی یہ زندگی اور دوسرے اعزاز دونوں کو حاصل ہیں۔

دوسری فضیلت: یہ ذکر ہوئی کہ شہداء اپنے رب کے مقرب ہیں ان کو خصوصی قُرب حاصل ہوتا ہے۔

تیسری فضیلت یہ ذکر ہوئی کہ شہداء کو رزق عطا ہوتا ہے اس رزق سے مُراد رزق حقیقی، جنّت کے پھل ثمرات وغیرہ ہیں اور اس رزق کی ضرورت رُوح کے بجائے جسم کو زیادہ ہے اس لیے جیسے رُوحیں سبز پرندوں میں سوار ہو کر جنّت کے پھل کھاتی ہیں ویسے ہی اُن کے تعلّق سے جسم بھی لُطف اندوز ہوتا ہے۔ جسم کے لُطف اندوز ہونے میں کوئی بُعد نہیں کیونکہ "القبر روضة من ریاض الجنة" "قبر جنّت کے باغوں میں سے باغ ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہماری عالمِ ظاہر کی آنکھیں عالمِ غیب کے حالات کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں۔

چوتھی فضیلت یہ کہ اللہ تعالیٰ کا جو فضل اور انعام عطا ہوتا ہے اس پر خوش ہوتے ہیں یہ روحانی رزق ہے یعنی جسمانی و روحانی دونوں قسم کے رزق ملتے ہیں۔

آیت نمبر ۳: "ولئن قتلتم فی سبیل اللہ او متم لمغفرة من اللہ و
رحمة خیر مما یجمعون" (آل عمران)

ترجمہ: اور اگر تم اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے یا طبعی موت کا شکار ہوئے بہر صُورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی مغفرت اور رحمت (جو اللہ کے راستے میں حاصل ہوتی ہے) وہ ان چیزوں سے بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں۔"

اس آیت میں شہداء کو مغفرت اور رحمت حاصل ہونے کی خوشخبری ہے۔

آیت نمبر۴: "والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا او ماتوا لیرزقنھم اللہ رزقا حسنا وان اللہ لھو خیر الرازقین لیدخلنھم مدخلا یرضونہ"

(الحج)

ترجمہ: اور جنھوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی پھر شہید ہوگئے یا طبعی موت کا شکار ہوئے اللہ تعالیٰ اُن کو بہترین رزق عطا فرمائے گا اور بیشک اللہ بہترین رزق دینے والے ہیں۔ اور اُن کو ایسی جگہ داخل کریگا جس کو وہ خود پسند کریں گے۔

اس آیت میں شہید سے دو چیزوں کا وعدہ ہُوا ہے ایک بہترین رزق کا دوسرا اپنی پسند کی جگہ یعنی جنّت میں داخلہ کا یہ دونوں بہت بڑے اعزاز ہیں۔

آیت نمبر۵: ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النّبیین والصدیقین والشھداء والصالحین (النساء)

ترجمہ: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو ایسے آدمی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدّیقین، شہداء، صالحین

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شہداء کی یہ فضیلت ذکر فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں میں سے ہیں، اور یہ کہ انبیاء، صدّیقین کے بعد سب سے بڑھ کر شہداء کا مقام و مرتبہ ہے۔

احادیث نبویؐ

حدیث نمبر۱: حضرت ابو قتادہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ذکر فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد اور اللہ پر ایمان سب اعمال سے افضل عمل ہیں ایک صحابی کھڑے ہُوئے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مَیں اللہ کے راستے میں شہید ہوجاؤں تو بتائیں کیا میرے سب گناہ مٹا دیے جائیں گے؟ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"نعم ان قتلت فی سبیل اللہ وانت صابر محتسب مقبل غیر مدبر"

ہاں شہادت تیرے گناہوں کا کفارہ ہوگی اگر تو اس حال میں اللہ کے راستے میں شہید ہُوا کہ تو صبر اختیار کرنے والا ثواب کی نیت رکھنے والا دُشمن سے آمنا سامنا کرنے والا ہو پیٹھ دکھانے والا نہ ہو"۔

اسی حدیث کے آخر میں فرمایا گیا کہ قرض معاف نہ ہوگا۔

(مشکوٰۃ ۲/۳۳۰ بحوالہ مسلم مؤطا ۱/۴۷۷ نسائی ۵/۳۴ طبع بیروت، ابن ابی شیبہ / وغیرہ)

حدیث نمبر ۲: حضرت ابن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

القتل فی سبیل اللہ یکفر کُلّ شیءٍ الا الدین" (مشکوٰۃ ۲/۳۳۰ بحوالہ مسلم)

اللہ کے راستے میں شہید ہوجانا ہر گناہ کا کفّارہ ہوجاتا ہے سوائے قرض کے۔

باقی حقوق العباد بھی قرض کے حکم میں ہیں ہاں اللہ تعالیٰ ہی اہلِ حقوق کو راضی کردیں اور وہ آخرت میں خوش ہوکر معاف کردیں تو معاف ہوجائیں گے۔

حدیث نمبر ۳: حضرت ابن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

یغفر للشہید کل شیءٍ الا الدین (مشکوٰۃ ۲/۲۵۲ بحوالہ مسلم)

شہید کے لیے سوائے قرض کے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

الشہید لا یجد الم القتل کما یجد احدکم الم القرصة"

(مشکوٰۃ ۲/۳۳۳ بحوالہ ترمذی، نسائی، دارمی)

شہید قتل کی اتنی بھی تکلیف محسوس نہیں کرتا جتنی چیونٹی کے کاٹنے سے آدمی محسوس کرتا ہے"۔

اس میں تسلّی ہے کہ شہادت سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ شہادت میں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ راحت اور سکون ملتا ہے۔

حدیث نمبر ۵: حضرت حسناء بنت معاویہ اپنے چچا سے حضورؐ کا فرمان نقل کرتی ہیں۔

قال النّبی فی الجنة والشہید فی الجنة الخ (مشکوٰۃ ۲/۳۳۵ بحوالہ ابوداؤد ۱/۳۴۸)

فرمایا "نبی جنّت میں ہوگا اور شہید بھی جنّت میں ہوگا"۔

اس حدیث میں ہر نبی کے متعلق اور اسی طرح ہر شہید سے متعلق جنتی ہونے کی خوشخبری ہے۔ قرآن مجید میں سورۂ یٰسین میں مذکور حضرت حبیب نجارؒ کا واقعہ بھی اس کا مؤید ہے کہ جب ان کو قوم نے شہید کر دیا "قیل ادخل الجنۃ" تو حکم ہوا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ دوسری بہت سی احادیث میں بھی اس کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۴: حضرت مقدامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

للشهيد عند الله ستُّ خصال يغفر له فى اول دفعةٍ ويرى مقعده من الجنة ويجار من عذاب القبر ويامن من الفزع الاكبر ويوضع على رأسه تاج الوقار الياقوتة منها خير من الدنيا وما فيها ويزوج ثنتين وسبعين زوجة من الحور العين ويشفع فى سبعين من اقربائه" (مشکوٰۃ ۲/۳۳۳ بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

اللہ کے ہاں شہید کی چھ خصوصیات ہیں ایک یہ کہ پہلے ہی قطرہ گرنے پر اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ دوسرے اس کو جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، تیسرے اس کو عذابِ قبر سے پناہ دے دی جاتی ہے۔ چوتھے قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ پانچویں اس کے سر پر عزت کا تاج رکھ دیا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے چھٹے اس کی بہتر ۷۲ حوروں سے شادی کی جاتی ہے۔ ساتویں ستر رشتہ داروں کے حق میں اسکی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

یاد رہے کہ شروع حدیث میں چھ کا ذکر فرمایا گیا جبکہ شمار میں سات خصوصیات ہوئیں ہو سکتا ہے کہ یہاں کتابت کی غلطی ہوئی ہو یا راوی سے غلطی ہوئی ہو اس لیے کنز العمال ۴/۳۷۱ (طبع نشر السنہ ملتان) حدیث نمبر ۱۱۱۲۸ میں بحوالہ مسند احمد و ترمذی و ابن ماجہ روایت کے الفاظ ہیں "للشهيد عند الله سبع خصالٍ" کہ اللہ کے ہاں شہید کی سات خصوصیات ہیں۔ باقی زیادہ علماءِ کرام جانتے ہیں۔

حدیث نمبر ۷ - نعیم بن ہمار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

الشهداء الذين يقاتلون فى سبيل الله فى الصف الاوّل ولا يلتفتون بوجوههم حتى يُقتلوا فاولٰئك يلتقون فى الغرف العلى من الجنة

یضحك الیهم ربك (کنز العمال حدیث نمبر ۱۱۱۰۰ ۴/۱۷۱ بحوالہ طبرانی اوسط)

ترجمہ: وہ شہداء جو اللہ کے راستے میں پہلی صف میں لڑتے ہیں اور اپنے چہروں کو نہیں پھیرتے یہاں تک کہ شہید ہوجاتے ہیں ایسے لوگ جنت کے اُونچے بالاخانوں میں رہ کر ٹہلیں گے۔ اُن کی طرف تیرا رب ہنسے گا۔ (اور اللہ جب اپنے مومن بندے کی طرف ہنسے تو اس پر کوئی حساب نہیں ہوتا۔)

حدیث نمبر ۸۔ حضرت سہل بن حنیف رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

اوّل مایهراق من دم الشهید یغفرله ذنبه كله الا الدین۔

(کنز العمال ۴/۱۷۱ حدیث نمبر ۱۱۱۰۵ بحوالہ طبرانی ومستدرک حاکم)

شہید کے خُون کا پہلا قطرہ جو بہتا ہے تو اس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں مگر قرض نہیں۔

حدیث نمبر ۹۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان مروی ہے۔

الشهداء عندالله علی منابر من یاقوت فی ظل عرش الله یوم لاظل الا ظله علی كثیب من مسك" (کنز العمال ۴/۱۷۰ حدیث نمبر ۱۱۰۹۴ بحوالہ عق)

شہداء اللہ تعالیٰ کے ہاں یاقوت کے منبروں پر اللہ کے عرش کے سائے میں ہونگے مشک کے ٹیلے پر جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۰۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا

لا تجف الارض من دم الشهید حتی تبتدره زوجتاه كانهما ظیران اضلتا فصیلیهما فی براح من الارض وفی ید كل واحدة منهما حلة خیر من الدنیا ومافیها" (مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۵۶۳، ابن ماجہ ۲/۲۰۱)

شہید کے خُون سے ابھی زمین خشک نہیں ہوتی کہ اس کی دو بیویاں اس پر جھپٹ پڑتی ہیں گویا جیسے وہ دو اُونٹنیاں (یا ہرنیاں) ہیں جنھوں نے اپنے دُودھ پیتے بچے غیر آباد زمین میں گم کئے ہُوتے ہوں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک جوڑا ہوتا ہے جو دُنیا ومافیہا سے بہتر ہوتا ہے۔"

حدیث نمبر ۱۱۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان ارواح الشھداء فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت ثم تأوی الی تلک القنادیل فاطلع الیھم ربھم اطلاعۃ فقال ھل تشتھون شیئاً قالوا ای شیءٍ نشتھی ونحن نسرح من الجنۃ حیث شئنا فیفعل ذلک بھم ثلاث مرات فلما رأو انھم لم یترکوا من ان یسألوا قالوا یارب نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نرجع الی الدنیا فنقتل فی سبیلک مرۃ اخرٰی فلما رأی ان لیس لھم حاجۃ ترکوا" (مشکوٰۃ ۲)

بیشک شہداء کی رُوحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں سواری کرتی ہیں اُن کی قرار گاہ میں وہ قندیلیں ہیں جو عرش الٰہی سے آویزاں ہیں وہ جنّت میں جہاں چاہتی ہیں چلتی پھرتی ہیں پھر لوٹ کر انھی قندیلوں میں آٹھرتی ہیں ایک بار اُن کا پروردگار اُن کی طرف جھانک کر اُن سے پُوچھتا ہے کیا تم کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو؟ عرض کرتے ہیں ہم کیا خواہش کریں جبکہ جنّت میں جہاں چاہیں چلتے پھرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے تین بار یہ سوال کرتا ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی خواہش کیے بغیر نہیں چھوڑا جارہا تو عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم چاہتے ہیں کہ ہماری رُوحوں کو ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دیا جائے تاکہ ہم پھر تیرے راستے میں جاکر شہید ہوں، چنانچہ جب ظاہر ہوگیا کہ اب ان کی کوئی خواہش نہیں تو اُن کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں شہداء کے لیے کئی اعزاز ذکر ہوئے ایک یہ کہ پرندے ان کی سواریاں ہیں دوسرے یہ کہ ان کا اصل مقام اور قرار گاہ تو عرش الٰہی سے معلق قندیلیں ہیں لیکن وہ ان قندیلوں میں قید اور محبوس نہیں بلکہ اُنہیں کُھلی اجازت ہے جنّت میں جہاں چاہتی ہیں چلتی پھرتی ہیں اس سے یہ شُبہہ نہ ہو کہ جب رُوحیں جنّت میں اور قندیلوں میں ہوتی ہیں تو پھر جسم میں حیات کیسے ہُوئی؟ کیونکہ اعادۂ روح الی الجسم کی احادیث صحیحہ جو حضرت ابن عباسؓ (ابن ماجہ) اور حضرت براءؓ اور حضرت ابوہریرہؓ

سے منقول ہیں (کتاب الروح و تفسیر ابن کثیر آیت یثبت اللہ الذین آمنوا) ان سے واضح ہوتا ہے کہ کافر و مومن سب کی رُوحوں کا اُن کے جسموں سے بھی تعلّق رہتا ہے جس کو اعادہ سے تعبیر کیا گیا ہے اکابر اسلاف کی عبارات میں تعلّق کا واضح ثبوت ہے۔ و تعلقے بہ قبر نیز ایں ارواح را می باشد۔

(تفسیر عزیزی پارہ عم)

آخرِ حدیث میں اُن کی تمنّا ذکر ہوئی کہ ہماری رُوحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹایا جائے تاکہ ہم پھر شہید ہوں یعنی اس طرح لوٹایا جائے جس سے جسم میں اس انداز کی زندگی آجائے جس طرح دُنیا میں تھی۔ اور ہم دُنیا میں واپس جاکر پھر شہید ہوں۔

حدیث نمبر ۱۲ - حضرت عبادہؓ بن صامت اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

ما من احد یدخل الجنۃ یحب ان یرجع الی الدنیا و ان لہ ما علی الارض من شیء غیر الشھید فانہ یتمنی ان یرجع فیقتل عشر مرات لما یری من الکرامۃ (مشکوٰۃ ۲/۳۳۰ بحوالہ صحیحین نسائی ۵/۳۵ بیرُتی)

کوئی شخص جو جنّت میں داخل ہوجائے یہ نہیں چاہے گا کہ وہ دُنیا میں واپس جائے اور یہ بھی کہ اس کو زمین کی کوئی بڑی سے بڑی نعمت مل جائے، البتہ شہید یہ تمنّا ضرور کرے گا کہ وہ دس بار دُنیا میں واپس جاکر دس بار شہید ہو کیونکہ وہ شہادت پر ملنے والے اعزازات دیکھ چکا ہوگا۔"

سبحان اللہ! ہر جنتی چاہے گا کہ مجھے کبھی جنّت سے نہ نکلنا پڑے لیکن شہید کو جنّت میں وہ مزہ نہ آئے گا جو شہادت کے وقت مزہ آیا ہوگا وہ چاہے گا کہ میں دوبارہ دُنیا میں جاکر پھر شہادت حاصل کروں اور ایک بار نہیں دس بار مجھے دوبارہ شہادت کا موقع نصیب ہو۔

حدیث نمبر ۱۳ - حضرت انسؓ سے اسی طرح کی ایک اور مرفوع روایت ہے۔

یؤتی بالرجل یوم القیامۃ من اھل الجنۃ فیقول اللہ لہ یا ابن آدم کیف وجدت منزلک؟ فیقول ای رب خیر منزل فیقول سل وتمن فیقول یارب ما اسألک و اتمنی الا ان تردنی الی الدنیا فاقتل فی

سبیلك عشر مرات لما یری من فضل الشہادۃ (نسائی ۵/۳۶ کنز العمال ۴/۱۷۴ بحوالہ مسند احمد و مسلم و نسائی)

قیامت کے دن ایک جنتی آدمی کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تُو نے اپنی منزل کیسی پائی؟ عرض کرے گا اے میرے رب بہترین منزل ہے اللہ فرمائے گا کہ تو مانگ اور تمنّا کر۔ عرض کرے گا اے میرے رب مَیں کچھ نہیں مانگتا اور تمنّا نہیں کرتا مگر صرف یہ کہ تو مجھے دُنیا میں واپس بھیج دے تاکہ تیرے راستے میں دس بار شہید ہوں کیونکہ اس نے شہادت کی فضیلت دیکھ لی ہوگی۔"

حدیث نمبر ۱۴۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"یعطی الشہید ثلاثا اوّل دفعۃ من دمہ یغفر لہ ذنوبہ واول من یمسح التراب عن وجہہ زوجتہ من الحور العین واذا وجب جنبہ فی الارض وقع فی الجنۃ" (کنز العمال ۴/ بحوالہ الافراد للدارقطنی ودیلمی ورافعی)

شہید کو تین خصوصیّات حاصل ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس کے خُون کے پہلے قطرہ کے گرتے ہی اُس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں دوسرے یہ کہ سب سے پہلے جو اس کے چہرے سے مٹی صاف کرتی ہے وہ اسکی بیوی حورعین میں سے ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ جب اُس کا پہلو زمین پر لگتا ہے وہ جنّت میں پہنچ جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

" قال رجل یوم اُحد ارئیت ان قتلت فی سبیل اللہ فاین انا قال فی الجنۃ فالقی تمرات فی یدہ ثم قاتل حتی قتل" (نسائی ۵/۳۳ طبع بیروت)

اُحد کے دن ایک آدمی نے حضورؐ سے عرض کیا یہ بتلائیں کہ اگر میں اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤں تو مَیں کہاں ہوں گا؟ حضورؐ نے فرمایا جنّت میں ہوگا۔ اُس نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوروں کو پھینکا اور جہاد میں شریک ہُوا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔

احد و بين يوم حفر عنهما ست واربعون سنة " (مؤطا امام مالک ص۴۸۲)
کہ حضرت عمرو بن جموع رضؓ اور عبداللہ بن عمرو انصاری رضؓ سلمی کی قبروں کو پانی کے سیلاب نے کچھ کھود دیا تھا۔ ان کی قبریں پانی کے سیلاب کے قریب تھیں۔ دونوں ایک قبر میں مدفون تھے جنگ اُحد کے دن شہید ہُوئے تھے تو اُن کی قبروں کو کھودا گیا تاکہ دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو وہ اس طرح ترو تازہ تھے جیسے کل فوت ہُوئے ہوں اُن میں سے ایک کا زخم تھا اس نے اپنے زخم پر ہاتھ رکھا ہُوا تھا اور اسی حالت میں اُس کو دفن کر دیا گیا تھا تو اب جب اس کے زخم سے اس کا ہاتھ ہٹایا گیا پھر چھوڑا گیا تو وہ ہاتھ دوبارہ زخم پر ویسے جا پہنچا جیسے پہلے زخم پر پڑا تھا جنگِ اُحد اور قبروں کی کھُدائی کے درمیان چھیالیس سال ہو چکے تھے۔

یہ واقعہ دلیل ہے کہ شہداء کے جسموں کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتے ہیں ان کو اکثر زمین نہیں کھاتی اور نیز یہ کہ شہداء میں ایسی حیات ہوتی ہے جس کا اثر اُن کے جسموں پر بھی پڑتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۔ حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ (جہاد پر جاتے ہُوئے) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کا گزر ایک دیہاتی کے خیمہ کے پاس سے ہُوا اُس دیہاتی نے خیمہ کا ایک کونہ اُٹھایا اور پوچھا یہ کون لوگ ہیں ؟ کسی نے بتایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے صحابہ جہاد کرنے جا رہے ہیں۔ پُوچھا کیا اُنہیں کچھ سامان دُنیا بھی ہاتھ آتا ہے ؟ بتایا گیا کہ ہاں مال غنیمت ہاتھ لگتا ہے پھر وہ مال مُسلمانوں میں تقسیم ہو جاتا ہے تو یہ نوجوان اُونٹ کی طرف بڑھا اور رسی باندھ کر صحابہ کرام کے ساتھ چل دیا اور اپنا اُونٹ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قریب کرنے لگا صحابہ کرام اس کا رُخ آپؐ سے ہٹانے لگے۔

فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم دعوا لي النجدى فوالذى نفسى بيده انه لمن ملوك الجنة قال فلقوا العدوا فاستشهد فاخبر بذالك النبى صلّى الله عليه وسلّم فاتاه فقعد عند رأسه مستبشرا اوقال مسرورا يضحك ثم اعرض عنه فقلنا يا رسول الله

رایناك مستبشرا تضحك ثم اعرضت عنه فقال اما ما رئیتم من استبشاری اوقال سروری فلما رئیت من کرامة روحه علی اللّٰہ عز وجل واما اعراضی عنه فان زوجته من الحور العین الاٰن عند راسه

(رواہ البیہقی باسناد حسن (الترغیب والترہیب اُردو ج ۳ ، ص ۲۵۶)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اس نجدی کو میرے پاس آنے دو خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ تو جنّت کے بادشاہوں میں سے ہے، چنانچہ دُشمن سے مقابلہ ہُوا تو اس دیہاتی کو شہادت نصیب ہُوئی۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خبر دی گئی۔ آپ اس کی لاش کے پاس تشریف لائے اس کے سر کے پاس بیٹھ کر بہت خوش ہُوئے اور مسکرائے پھر اس سے مُنہ پھیر لیا، صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ابھی خوش ہو کر مُسکرا رہے تھے اور پھر مُنہ پھیر لیا؟ آپ نے فرمایا تم نے جو میری خوشی دیکھی تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی رُوح کے اعزاز و اکرام کو دیکھ کر تھی اور پھر جو مُنہ پھیرا تو اس وجہ سے کہ اِس وقت اس کی جنتی حسین آنکھوں والی بیوی حور اُس کے سر کے قریب بیٹھی ہُوئی ہے (اس کو دیکھ کر مَیں نے مُنہ پھیر لیا۔)

سبحان اللہ شہید کا کتنا اعزاز ہے لیکن اس واقعہ سے یہ شُبہہ نہ ہو کہ اُس کی نیّت دُنیا کی تھی، اصل نیت رضاءِ الٰہی ہی تھی صرف ایک ضمنی فائدہ کی بات اس نے صفائی سے پُوچھ لی اگر نیت دنیا ہی ہوتی تو یہ اعزاز و اکرام نہ ہوتا کیونکہ بدنیتی سے عملِ جہاد بھی ضائع ہی نہیں ہوتا بلکہ باعثِ عذاب ہو جاتا ہے جیسا کہ بہت سی احادیث میں اس کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۔ حضرت راشد بن سعد ایک صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں۔

ان رجلا قال یارسول اللّٰہ ما بال المومنین یفتنون فی قبورھم الا الشھید؟ قال کفی ببارقه السیوف علی راسه فتنة" رواہ النسائی (الترغیب اُردو ج ۳ ص ۲۵۴)

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ سب مومنوں کا قبروں میں امتحان ہوتا ہے مگر شہید کا نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا ان کے سروں پر تلواروں

حدیث نمبر۱۶۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:
اذا وقف العباد للحساب جاء قوم واضعی سیوفهم علی رقابهم تقطر
دما فازدحموا علی باب الجنة فقیل من هؤلاء؟ قیل الشهداء کانوا
احیاء مرزوقین" (رواہ الطبرانی بینات جمادی الاولی ص۱۸ ۱۴۱۸ھ)
جب لوگ حساب وکتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی گردنوں پر تلواریں
رکھے ہوئے آئیں گے جن کے جسم سے خون ٹپک رہا ہوگا، یہ لوگ جنّت کے
دروازے پر جمع ہوں گے۔ لوگ پُوچھیں گے کہ یہ کون ہیں؟ (جن کا حساب نہیں سیدھے
جنّت میں جا رہے ہیں) بتایا جائے گا کہ یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے جنھیں رزق ملتا تھا"
حدیث نمبر۱۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا
کہ مَیں نے حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے "آیت و نفخ فی الصور فصعق من
فی السمٰوات ومن فی الارض الا من شآء اللہ" کے بارے میں پُوچھا کہ یہ کون ہیں
جن کے لیے خدا چاہے گا تو بیہوش نہ ہوں گے؟ تو فرمایا هم الشهداء ثنیّة اللہ
متقلدون اسیافهم حول عرشه" (کنز العمال ۴/۱۷۱ بحوالہ الافراد للحاکم
والبعث والنشور للبیهقی وابن مردویه)
وہ قیامت کی گھبراہٹ و بیہوشی سے مستثنیٰ شہداء ہیں جو عرش الٰہی کے گرد اپنی تلواریں
لٹکائے ہوئے ہوں گے۔"

حدیث نمبر۱۸۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ نقل کرتے ہیں۔
ان عمرو بن الجموح وعبداللہ بن عمرو الانصاریین ثم
السلمیین کانا قد حفر السیل من قبریهما وکان قبراهما مما یلی
السیل وکانا فی قبر واحد وهما ممن استشهد یوم احد فحفر عنهما
لیغیرا من مکانهما فوجدا لم یتغیرا کانهما ماتا بالامس
وکان احدهما قد جرح فوضع یده علی جرحه فدفن وهو کذالك
فامیطت یده عن جرحه ثم ارسلت فرجعت کما کانت وکان بین

کی چمک ہی اُن کا امتحان کافی ہے"۔

حدیث نمبر ۲۱ - حضرت عتبہ بن عبد سلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

القتلی ثلاثة لرجل مؤمن جاهد بنفسه وماله فی سبیل الله حتّی اذا لقی العدو وقاتلهم حتی یقتل فذالك الشهید الممتحن فی جنة الله تحت عرشه لا یفضله النبیون الا بفضل درجة النبوة ورجل فرق علی نفسه من الذنوب والخطایا جاهد بنفسه وماله فی سبیل الله حتی اذا لقی العدو قاتل حتّی یقتل فتلك ممصمصة محت ذنوبه وخطایاه ان السیف مَحَّاءٌ للخطایا وادخل من ای ابواب الجنة شاء فان لها ثمانیة ابواب ولجهنم سبعة ابواب وبعضها افضل من بعض۔ (ثم ذکر المنافق) الحدیث (رواه احمد باسناد جید والطرانی وابن حبان والبیهقی سنن ۹/۱۶۴، الترغیب اُردو، ج ۳ صفحہ ۲۵)

قتل ہونے والے تین قسم کے ہیں ایک وہ مومن آدمی جس نے اپنے مال وجان کو لے کر اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلا جب دشمن سے مقابلہ ہُوا ان سے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ یہ آدمی اطمینان دل کے ساتھ شہید ہونے والا ہے۔ یہ جنّت میں اللہ کے عرش کے نیچے ہوگا۔ نبی بھی اس شہید سے بس صرف درجہ نبوّت کی وجہ سے ہی افضل ہوں گے اور دوسرا وہ شخص جو اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کی وجہ سے بہت ڈرا ہُوا ہے اپنے جان و مال کو لے کر اللہ کی راہ میں نکلا یہاں تک کہ دشمن سے آمنا سامنا ہُوا تو جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ یہ گویا جھانواں ہے جو تمام گناہوں کو مٹا دے گا بلا شبہہ تلوار گناہوں کو مٹا دینے والی ہے اور یہ شخص جنّت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہوسکے گا کیونکہ جنّت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنّم کے سات ہیں اور جنّت کے بعض دروازے دوسرے بعض سے افضل ہیں (اور اس کو ہر ایک سے جانے کا اختیار ہوگا)

جنّات کا وجود اور اُن سے بچاؤ

۲۴ ر ستمبر ۲۰۰۰ء کو روزنامہ انصاف کے سنڈے سپیشل کے معلوماتی فیچر میں حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہم مہتمم جامعہ مدنیہ جدید کے افادات جنّات کا وجود اور اُن سے بچاؤ کے بارے میں شائع ہوئے افادہ قارئین کے لیے بشکریہ روزنامہ انصاف پیشِ خدمت ہیں (ادارہ)

جنّات اور اُن کی حقیقت کے بارے میں جب معروف عالمِ دین اور جامعہ مدنیہ جدید کے مہتمم مولانا سیّد محمود میاں سے پُوچھا گیا تو اُنھوں نے بتایا کہ جنّات کا وجود انسان کے وجود سے پہلے سے ہے۔ ان میں اچھے بُرے دونوں قسم کے جن شامل ہیں۔ چونکہ جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا اس لیے ان میں شر کا عنصر غالب ہے۔ ایک نیک اور درویش جن ایک فاجر انسان جیسا ہوتا ہے۔ شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جس میں جنات کا بسیرا نہ ہو، ہر گھر میں اُن کی اپنی بستیاں اور کالونیاں ہوتی ہیں لیکن قدرت نے ایسی حد بندی کر رکھی ہے کہ یہ صرف ایک حد تک انسان کو پریشان کر سکتے ہیں۔ ان کے شر سے بچنے کے لیے سب سے پہلے انسان کو اپنا عقیدہ پختہ کرنا چاہیے دینی تعلیمات پر عمل کرے اور گھر میں کتّے رکھنے اور جاندار کی تصویر لگانے سے اجتناب کرے اور اپنے گھر کو موسیقی اور گانے بجانے کی محفلوں سے بچائے۔ حدیث مُبارک ہے کہ "جس گھر میں کتّا اور تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے" جس گھر میں ایسی چیزیں موجود ہوں تو وہاں شیاطین خود بخود اپنا وجود مضبوط کر لیتے ہیں اور دعاؤں کی قبولیت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں۔

جس گھر میں شریر جنّات موجود ہوں تو مقابلہ کرنے کی بجائے اُن سے مصالحت کی کوشش کی جائے اگر پھر بھی یہ جن اپنی شرارتوں باز نہ آئیں تو گھر میں چالیس روز مسلسل سورۃ بقرہ کی تلاوت با آواز بلند کی جائے اس سے جنّات کی قوّت کمزور ہوتی چلی جائے گی۔ اس کے علاوہ رات سونے سے پہلے ایک بار سورۃ اخلاص ایک بار سورۃ الفلق اور ایک بار سورۃ الناس پڑھ کر ہاتھوں کی مٹھی پر پھونک مار کر سر اور چہرے سے ابتدا کر کے ہاتھوں کو سارے جسم پر پھیر لیں اور اس عمل کو تین بار دُہرائیں اس عمل کے ذریعے جنّات جادو نظر بد اور حاسد کے حسد سے نجات مل جائے گی۔

بعض لوگوں کی جانب سے جنّات کو اپنے تابع کرنے کے سوال پر مولانا محمود میاں نے بتایا کہ شرعی

نقطہ نظر سے بعض عُلماء کے نزدیک جن تابع کرنا جائز نہیں اور بعض عُلماء اس کے جواز کے قائل ہیں لیکن جن تابع کرنے کے باوجود کسی مریض کے علاج کی کوئی گارنٹی نہیں شفا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جن تابع کرنے کا عمل ایک خطرناک کام ہے۔ بعض مرتبہ جان جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اور بہت سے عامل جن قابو کرنے کی کوشش کے دوران ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں یا پاگل ہوجاتے ہیں اس لیے ان چیزوں کو مسخّر کرنے سے اجتناب بہتر ہے۔ مُسلمان جنّات اللہ کے نیک بندوں کی بزرگی کی وجہ سے ان سے عقیدت رکھتے ہیں اور ان نیک بندوں کی محفلوں میں شریک ہوتے ہیں مولانا محمود میاں نے اپنے والدِ محترم مولانا سیّد حامد میاںؒ کے بارے میں بتایا کہ ان کے عقیدت مندوں میں جنّات کی ایک بڑی تعداد بھی شامل تھی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور اسلام قبول کرنے والے جنات کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ایک صحابیؓ جن حضرت عبدالحمیدؓ جن کی عمر دو ہزار سال تھی والد صاحب کے پاس آیا کرتے تھے۔ والد صاحب ان صحابی سے دُعائیں کراتے۔

مولانا محمود میاں نے بتایا کہ لوگوں کو بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دُعا لازمی پڑھنی چاہیے، عورتوں اور مردوں کو ناپاکی کی حالت میں نہیں رہنا چاہیے کیونکہ اس حالت میں ایسی چیزیں جلدی حملہ آور ہوتی ہیں ویران جگہوں اور خاص طور پر درختوں کے نیچے پیشاب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے وہ ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہُوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہُوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے (ادارہ)

کائناتِ انسانی کے بنیادی اعضاء

کان، آنکھ اور دل

حضرت مولانا محمد زبیر ملی۔ انڈیا

خداوند عالم کی ذات یکتا و تنہا ہے وہ اپنی ذات و صفات میں اکیلا ہے، ان دونوں چیزوں میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں ہے اس لیے اپنی حکمت و مصلحت اور قدرت کے مطابق عالم لاہوتی (آخرت) اور عالم ناسوتی (دُنیا) کو پیدا فرمایا۔ کرشمۂ خُدا کے ان دونمونوں کے علاوہ رب دو عالم نے کائنات انسانی کو خود اپنے دستِ قدرت سے تشکیل دیا اور بہترین ساخت پرداخت بنائی جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ سورہ والتین میں فرمایا:

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

ہم نے انسان کو بہترین ساخت اور صورت میں پیدا فرمایا

اسی طرح سورۂ اسراء (بنی اسرائیل) میں کہا گیا:

ولقد کرمنا بنی آدم

ہم نے بنی نوع انسان کو عزّت و تکریم کے خلقت زیبا سے سرفراز فرمایا

وہ متوازن الاعضاء اور مناسب الاجسام پیدا کیے گئے۔ ایک انسان کا قد جس قدر ہو اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس کو دست و پا اور بینی و ابرو اور آنکھ اور سر تمام چیزیں بنائیں اور اگر کسی کو قد آور بنایا اس کے اجزاء میں طول کا لحاظ بھی رکھا گیا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال رحم و کرم اور لطف و کرم کا ایک عکس ہے۔

کائنات انسانی میں ۳۶۰ جوڑ رکھے گئے جیسا کہ نبیٔ امی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: لیکن

اگر اللہ تعالیٰ نے کہیں کسی احسان کے شکر کا تقاضا فرمایا تو وہ صرف آنکھ، کان اور دل ہیں۔ سورہ نحل میں ارشاد ہے۔

واللہ اخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون

رب دوعالم نے تمہیں رحم مادر کے حدود و قیود سے آزاد کر کے اس وسیع و عریض دُنیا میں عرش نیلگوں کے نیچے اور فرش خاکی کے اُوپر بسایا۔ اس وقت تمہیں کسی چیز کا علم نہیں تھا۔ لہٰذا آلاتِ علم کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آنکھ، کان اور دل بنائے تاکہ تمہارے اندر شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہو سکے اور کائنات کے راز ہائے سربستہ سے تم واقف ہو سکو۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حصول علم کے لیے یہی تینوں چیزیں بنیادی طور پر ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں اُن کے علاوہ بقیہ اعضاء کا علم سے کوئی خاص ربط نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس کے معاون ہیں اس لیے کہ علم یا تو اس عالمِ رنگ و بو کو اپنے چشم سر سے دیکھنے اور کتابِ کائنات کو اپنی چشم بینا سے پڑھنے کے بعد ہی حاصل ہو سکتا ہے یا بصُورتِ دیگر آدمی کسی واقف کار اور دانائے روزگار کے کلمات اور جملوں کو سُن کر کسی نامعلوم شئے کے متعلّق کوئی واقفیت حاصل کر سکتا ہے اور آخری شکل میں جبکہ بصارت و سماعت سے انسان محروم ہو اپنے قلبی احساس اور تأثّر کی بناء پر کسی چیز کی تلاش و جستجو میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ ان تینوں مرکزی اعضاء سے محرومی پر انسان صورتاً انسان تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقتاً وہ انسان نما حیوان ہے اس لیے کہ نیک و بد اور خیر و شر کی تمیز سے جس طرح جانور عاری اور خالی ہیں یہ بھی اسی راہ پر کھڑا ہُوا ہے۔ بایں سبب رب دوعالم نے ان اعضاء کے وجود کو یاد دلا کر شکر گزاری، وفا شعاری اور اطاعت گزاری کے جذبہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ دُنیا میں رہتے ہُوئے جن لوگوں نے ان اعضاء کو ٹھیک ٹھیک استعمال کیا وہ ہمیشہ عافیت میں رہے اور یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ انسان ان ہی اعضاء کے غلط استعمال سے غلط روش پر پڑ جاتا ہے۔ اسی لیے رب غفور نے جڑ ہی پر مہر لگاتے ہُوئے بُرائیوں کی بُنیاد ہی کو ختم کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے اور قیامت کے روز ان اعضاء کی جواب دہی اور مواخذہ سے ڈرایا ہے جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک
کان عنہ مسئولا۔

دیکھو جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سبھوں سے ان کے اعمال کا مواخذہ اور محاسبہ کیا جائے گا، کارکردگی کے بارے میں باز پُرس ہوگی۔

اس بات سے بھی ہر کوئی واقف ہے کہ آنکھ ہی کے تیر کی وجہ سے آدمی کسی کا شکار کرکے بُرائی تک پہنچتا ہے۔

طحاوی شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نصیحتاً فرمایا:

(اے علی پے در پے کسی غیر محرم کی طرف مت دیکھو (ایک مرتبہ اچانک کسی کی طرف نظر اُٹھ جائے تو دوبارہ قصداً مت دیکھو۔)

اس لیے کہ پہلی نظر پر رُخصت اور رعایت ہے لیکن دوسری مرتبہ دیکھنا گناہ کو لازم قرار دیتا ہے کہیں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دونوں آنکھوں کا زنا غیر محرم کی طرف دیکھنا ہے کائناتِ انسانی میں دل تو شاہ کا درجہ رکھتا ہے اور دماغ اور آنکھ وزیرِ داخلہ وخارجہ کی حیثیّت رکھتے ہیں۔ بقیہ اعضاء کار گزار عملہ میں شامل ہیں۔ کان کو غیبت، چغلی اور بہتان یا دوسری بُری باتوں کے سُننے سے بچانا چاہیے۔ موجودہ زمانے میں فلم بینی کے ساتھ ساتھ گانا اور باجا وغیرہ نہ سُننا، کان کو معصیت سے بچانے کا ذریعہ ہو سکتا ہے دل کو بھی حسد، غصّہ، کینہ، کپٹ، تکبّر، گھمنڈ، خودرائی اور خودستائی کے جذبہ سے بلند رکھنا ضروری ہے۔ یہ تمام باتیں دل کے گناہ میں شامل ہیں۔ دل میں کسی کے قتل کا ارادہ کرنا بھی گناہ کا سبب ہوگا۔

قصّہ مختصر یہ کہ ان تینوں اعضاء کا غلط تخیلات و تفکّرات سے آزاد رکھنا ضروری ہے۔ ان بنیادی اعضاء کا غلط استعمال جہاں ہلاکت کا سبب ہے وہیں اُن کی ناقدری بھی ذیل اور تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ قرآن مجید میں خداوند عالم نے کُفّار اور مُشرکین یا اہلِ جہنّم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون
بھا ولھم أعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون بھا (الخ)

ہم نے جہنّم کے لیے جن وانس کے طبقے میں سے بہت سے ایسے لوگوں کو تیّار کیا ہے

جن کے پہلو میں دل تو ہیں لیکن سوجھ بوجھ سے خالی ان کی آنکھیں بھی ہیں لیکن بصارت سے عاری اور اُنھیں کان بھی ہیں لیکن حکمت و موعظت کی سماعت سے بے بہرہ۔

آگے فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ جانوروں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں اس لیے کہ وہ بھی تو اپنے نفع وضرر اور منفعت و مغفرت اور سود وزیاں کو سمجھتے ہیں اپنے محسن کو جانتے ہیں اور دُشمن کو پہچانتے ہیں ، لیکن یہ انسان اس سے بھی بہرہ ہے۔ اس لیے ان پر حجّت قائم کرنے کے لیے قیامت کے دن انہی اعضاء و جوارح (کان، آنکھ اور چمڑے وغیرہ) کو گواہ بنائے گا۔ فرمایا

یوم تشهد علیهم سمعهم وابصارهم وجلودهم بما کانوا یعملون

قیامت کے دن کفار و مُشرکین کے خلاف اُن کے کان، آنکھ اور چمڑے اُن کے مُشرکانہ اعمال کی گواہی دیں گے۔

غرض ہر ہر عضو بدن اپنے عمل کی گواہی دے گا۔ یہ لوگ بھی ورطۂ حیرت میں ڈُوبے ہُوئے سوچ رہے ہوں گے اور سوال کر رہے ہوں گے کہ ما انطقکم (آج تم میں قوّتِ گویائی اور طاقتِ گفتار کہاں سے آگئی)۔ جواب ملے گا کہ

انطقنا الله الذی انطق کل شیٔ

ہمیں اس رَب نے نطق و تکلم اور گفتگو کی طاقت عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی قوّت بخشی۔

یہ حیرت و تعجّب کا مقام نہیں۔ کہیں ہاتھ، پاؤں اور زبان کی شہادت کا ذکر ہُوا ہے تو کہیں دیگر اعضاء کا تذکرہ۔

بہر کیف! کسی بھی انسان کو جُھٹلانے اور تکذیب کا موقع نہ مل سکے گا۔ ان اعضاء کو بد عملی کا شکار ہونے سے بچانے کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے آخرت کی جواب دہی کا تصوّر۔

بشکریہ ماہنامہ الاصلاح (برطانیہ)

مولانا قاری محمود احمد صاحب
مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

یورپی تمدّن کا انجام

خود اہلِ تمدّن کی زبانی

تباہیٔ فہم

یورپ کا ایک مشہور فلاسفر برناڈشا نئی تہذیب کے مفاسد اور مخربِ اخلاق تمدّن کے متعلّق لکھتا ہے:

"تم سمجھتے ہو کہ ہم اگلے لوگوں کی نسبت بڑھ رہے ہیں اور دس ہزار سال آگے نکل چکے ہیں، لیکن مَیں دیکھ رہا ہوں کہ تم گھٹ رہے ہو اور یہ پستی اتنی ہے کہ اس کی حرکت نزولی کے لیے بیس ہزار سال کی مُدّت بھی کافی نہیں۔ ہم بڑھتے تو ہمارے دماغ ان گزرے ہوئے لوگوں سے بڑے ہوتے۔ ہماری سمجھ میں ان سے زیادہ صاف اور جچی تلی ہوتی، بڑھتے تو پچھلوں کو اپنی طبیعت اور اس کے فطری جذبات پر زیادہ قابو ہوتا، پھر اگر ایسا ہوتا تو کینہ و بغض کے شعلوں میں ہم اس طرح نہ جلتے اور ہماری ہولناکیاں جنون کی حد تک پہنچتیں۔ ہماری یہ جھوٹی بھوک ہم میں اس ہیضہ کو نہ پھیلاتی جس میں ہم مُبتلا ہو کر دم توڑ رہے ہیں اور جب ایسا ہے تو کس مُنہ پر یہ دعوٰی پھبتا ہے کہ پچھلے اگلوں سے آگے نکل گئے ہیں"۔ (القاسم دیوبند، شوال ۱۳۴۸ھ)

تباہیٔ عفت و انسانیت

ایک امریکن دانشمند اپنے تمدّنی مصائب کا رونا ان الفاظ میں روتا ہے:

"ہم نے کیا کیا؟ تارپیڈو (تحت البحر کشتیاں) بنائیں، زہریلے گیس اور ہوائی جہاز تیّار کیے، یہ تو باہر ہُوا لیکن اندر کیا ہُوا؟ ہم نے ان آلات کے ذریعہ سے انسان کی صفتِ درندگی کی پرورش کی، اور بنی آدم کی تباہی کے گویا ہم ٹھیکیدار بن گئے۔ ہمارا سینما اور ہماری موٹر کاریں کیا ہیں؟ جرائم اور بدکاری کے مبلّغ جس سے چوریوں میں، ہمیں آسانی ہوتی ہے، عورتوں کو بھگا لے جانے میں مدد ملتی ہے، فحش کاریوں میں ان مخلوط مجامع سے کافی سہولتیں بہم پہنچ جاتی ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ آج نہ مردوں میں عزّت باقی ہے نہ عورتوں میں عفت۔ منزلِ زندگی تباہ ہے، نہ آج کی آزاد عورتوں کو مرد کی پروا ہے نہ مرد کو عورت کی، دوست احباب کے لیے آج سب سے بڑا تحفہ بیوی اور بیٹی ہے اور عورت کے لیے سب سے زیادہ مسرور کُن نظارہ مرد کی نگاہِ شہوت"۔

(القاسم۔ شوال ۱۳۴۸ھ)

یہ تحریری شہادتیں خود انہی یورپی فلاسفر کی ہیں جو اس نئی تہذیب و تمدّن کے بانی اور موجد ہیں۔ انہوں نے ان تصریحات میں دلائل و امکانات سے بحث نہیں کی بلکہ واقعات و شواہد سے ... ان فلاسفروں نے ان مادی اختراعات اور نفسانی ترقیات کے حسرتناک انجام اور اُن اخلاقی پستیوں اور دناءتوں کے عبرت انگیز حشر کا اظہار کیا ہے اور چاہا ہے کہ اس مادی جدّوجہد کی آگ کو جس نے روحانی اخلاق کا سارا ذخیرہ جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا ہے بُجھائیں۔ لیکن چونکہ اسی تمدّن کی عملی زنجیروں میں خود اُن کے دست و بازُو بھی جکڑے ہُوئے ہیں اس لیے وہ رو رو کر پھر خاموش ہو جاتے ہیں اور زمانہ کی ایک پلٹی کے منتظر ہیں جو ایسی غیر طبعی رفتاروں کو ہمیشہ مٹاتی آئی ہے۔

ان دو فلاسفروں نے آخر اس تہذیب کا خلاصہ یا نتیجہ شہوت، بدمستی اور دناءتِ اخلاق کہاں سے نکالا؟ اس کا جواب وہ واقعات و شواہد دیتے ہیں جنھوں نے تہذیب کے نام سے بد تہذیبی وحشت و بربریت، بے حیائی اور بے غیرتی، بہیمیت اور شہوت رانی کو ان متمدن انسانوں میں اس درجہ پھیلا دیا ہے کہ وہ حیوان اور بہائم کی حد تک پہنچ گئے اور اب ان شہوت پرستوں کو اپنی شہوت رانی کے سلسلہ میں عورت مرد بلکہ انسان اور حیوان کی بھی تمیز باقی نہیں رہی۔ ایک انگریز مسٹر ٹیلر گرافٹ آف لنڈن لکھتا ہے:

"مردوں کی طرف میلان رکھنے والے مردوں کے باضابطہ کلب ہیں، سوسائٹیاں ہیں اور اُن کے ارکان اور سرپرست بازار کے شہدے لفنگے نہیں بلکہ اسکولوں کے ماسٹر، گرجوں کے پادری اور اسکاؤٹ ماسٹر حضرات ہیں، یہ اپنے مرتبے اور اقتدار سے فائدہ اُٹھاکر کمسن لڑکوں کو پھانستے رہتے ہیں۔ (محشرِ خیال دہلی۔ جون ۱۹۳۵ء)

آگے "سحاق" کے متعلّق لکھتا ہے :

"صنفِ نسواں کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ ہے۔ جو عورتیں عورتوں کی طرف میلان رکھتی ہیں وہ بد بختی سے زیادہ تختۂ مشق اپنی قریب ترین عورتوں ہی کو بناتی رہتی اور ایسیوں کی تعداد خطرناک حد تک زائد ہے"۔ (محشرِ خیال دہلی۔ جون ۱۹۳۵ء)

یہاں تک تو پھر انسانوں تک بس تھی، آگے جانوروں سے شہوت رانی کے متعلّق لکھتا ہے :

"خواہش نفسانی کے پورا کرنے کے لیے انسان کے بجائے جانوروں کا استعمال ایک ایسی حیوانیت ہے کہ جس سے مذاقِ سلیم کو استفراغ ہونے لگتا ہے۔ یہ خاص گندگی فاعلی حیثیّت سے مردوں میں تو کم ہے مگر متعدّد ڈاکٹروں نے جن میں سے دو کی پریکٹس اعلیٰ گھرانوں میں ہے مجھ سے زور دے کر بیان کیا کہ اس حرکتِ خبیثہ کا وجود صنفِ نسواں کے اعلیٰ گھرانوں میں زیادہ ہے جو خاص قسم کے کتّے اسی غرض سے پالے رہتی ہیں"۔

"ہائیڈ پارک کے قریب کتّا خانہ خاص اسی غرض سے ایک عورت نے کھول رکھا تھا جس میں وہ کتّوں کو اسی کام کے لیے سدھاتی تھی"۔ (محشرِ خیال دہلی۔ جون ۱۹۳۵ء)

ضعفِ رجولیت اور امراض

ان خبیث حرکتوں اور بد نفسیوں کا پہلا ثمرہ بدنی ضعف، قوّتِ رجولیت کا فقدان اور مختلف امراض کا ہجوم ہے۔ چنانچہ انقلاب پر یورپ سے نقل کرتا ہوا لکھتا ہے :

"مردمیت کی ڈینگ مارنے والوں کا حال ملاحظہ ہو، جن کی حسین عورتیں قابل اور مردمیت رکھنے والے شوہروں کی تلاش میں در بدر بھٹکتی پھرتی ہیں مگر وہ شوہر نہیں ملتے جن میں رجولیت رہ گئی ہو، ایسی عورتیں جرمنی میں فی ہزار ۳۵۔ ہسپانیہ میں فی ہزار ۴۴

بلقان میں فی ہزار ۵۰ - سوئٹزرلینڈ میں فی ہزار ۵۶ - انگلستان میں فی ہزار ۵۹ - فرانس میں فی ہزار ۶۰ - جنوبی امریکہ میں فی ہزار ۱۵۹ ہیں" (انقلاب لاہور - ج ۳ نمبر ۳)

دماغی تباہی

ان فحش کاریوں اور شہوت رانیوں کی افراط کا اثر ناممکن تھا کہ دماغ قبول نہ کرے بلکہ یہ آثار پہلے دماغ ہی کو بیکار کرتے ہیں۔ نیوز آف دی ورلڈ لنڈن ۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء رقم طراز ہے:

"فتورعقل و دماغ کے سبب دیوانگی کے مریضوں کی تعداد پچھلی چھ سالہ تعداد ۲۵۴۷۰ سے ترقی کر کے ۶۱۵۲۲ تک پہنچ گئی ہے اور سال رواں کے شروع میں ۱۳۸۲۹۳ تک ہو چکی ہے" (اخبار سچ - ۹ نومبر ۱۹۲۸ء)

ضعفِ بصارت

پھر دماغی قوای میں بھی خصوصیّت سے ایسی عیاشیوں کا اثر نگاہ پر زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ان متمدنوں کی قوّت بصارت کا حال پائنیر ۲۶ جنوری ۱۹۳۰ء لکھتا ہے:

"تازہ اعداد و شمار مظہر ہیں کہ آج سے بیس سال قبل برطانیہ عظمٰی میں پچاس لاکھ انسان عینک لگاتے تھے اس سال اُن کی تعداد اسی اور نوے لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ گویا آبادی کے ہر پانچ آدمیوں میں ایک عینک کا محتاج ہے۔ ضعیف البصروں کی روز بروز ترقی ہو رہی ہے" (سچ ۷ فروری ۱۹۳۰ء)

بعد کی دوسری رپورٹ یہ ہے:

"بالغ آدمیوں میں ہر دس افراد میں چار ضرور عینک لگاتے ہیں اور دو کو دوا بھی لگانے کی ضرورت رہتی ہے اور ۴۵ برس کے بعد تو تقریباً ہر شخص عینک کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اس پر ماہرین کا اتّفاق ہو چکا ہے کہ برطانوی آبادی کی بصارت روز بروز گھٹ رہی ہے لیکن دُنیائے متمدن میں برطانیہ ہی اس باب میں مقدم نہیں ہے امریکہ میں ضعیف البصروں کی تعداد برطانیہ سے زیادہ ہی ہے اور جرمنی کا نمبر سب سے

ہی بڑھا ہوا ہے "۔ (سچ ۱۴ فروری ۱۹۳۰ء)

مغربی تہذیب کے ہزاروں کارناموں میں سے بطور مشتے نمونہ از خروارے یہ چند اُمور ذکر کیے گئے ہیں جو خود امی کے زبان و قلم کا ثمرہ ہیں۔ ان کارگزاریوں کا اثر روحانی دائرہ میں تو یہ ہے کہ یورپ کے نفوس کی روشنی بجائے حیاء وغیرت، عفت و عصمت، تقویٰ و طہارت اور ضبط نفس کے بے حیائی، بے غیرتی، بدکاری، شہوت رانی اور نفسانی غلاظتوں سے حاصل ہونے لگی اور مادی اثر یہ ہُوا کہ مرد نامرد ہو گئے امراض کا مخزن بن گئے، دماغوں میں فتور آگیا، آنکھوں سے اندھے ہو گئے جس کا انجام یہ نکلا کہ نہ رُوح کام کی رہی نہ جسم ہی کار آمد ہُوئے اور بالفاظ دیگر نہ عقبیٰ ہی ہاتھ لگی نہ دُنیا ہی دُرست ہُوئی۔ بقول میر" بتصرف یسیر"

انہیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

تدبیر منزل کی تباہی

پھر اس قسم کی تہذیب کا قدرتی انجام یہی ہونا تھا کہ جس طرح تہذیب نفس بداخلاقیوں سے برباد ہُوئی تھی اس سے کہیں زیادہ تدبیر منزل ان بداعمالیوں سے تباہ ہو جائے چنانچہ ہو گئی۔

کیا نامرد خانگی زندگی اسنوار رکھ سکتے ہیں؟ کیا عیاشوں کی بیویاں اُن کی یا دہ بیویوں کے ہو سکتے ہیں؟ کیا اندھے کمزور ضعیف الدماغ اور فاقد مرومیت انسان معیشت منزلی صنف نسواں کی حقیقی مسرتوں کا سہارا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ان متمدن شہروں میں گھریلو زندگی کا پتہ نہ رہا۔ ہوٹلوں کی کوٹھڑیاں اُن کے گھر ہیں ہرجائی عورتیں اُن کی ازواج ہیں بازاروں کی میل ملاقات اُن کی معاشرت ہے۔ مُنہ دیکھے کی ہنسی اُن کی خوشی ہے۔ اور بناوٹ سے دانت کھول دینا ان کا اخلاق ہے اس لیے نہ خاوند کو بیوی سے واسطہ ہے نہ بیوی کو خاوند سے رابطہ۔ نہ اخلاص باہمی ہے نہ آپس داری اور یگانگت۔ بلکہ بیوی محض شہوانی اغراض پُورا کرنے کا ایک آلہ ہے۔ اس لیے جب تک جذبات شہوت جوش پر ہیں رشتہ زوجیت بھی قائم ہے اور جب صراحی خالی ہُوئی یا یہ اغراضِ نفسانی کسی دوسرے ذریعہ سے پُوری ہونے لگیں تبھی زوجین میں منافرت پیدا ہو کر تفریق کی بُنیاد پڑجاتی ہے اور طلاقوں کی بھرمار ہونے لگتی ہے۔ اس لیے یورپ و امریکہ میں طلاقوں کی بھی حیرت انگیز ترقی ہو رہی ہے۔ چنانچہ امریکہ کی عدالتیں طلاق کے مقدمات میں اس طرح منہمک ہیں کہ انہیں کسی دوسرے مقدمے کے لیے فرصت ہی نہیں۔

کثرتِ جرائم اور ڈاکہ و قتل کی بہتات

تمدّن کے مالکوں نے وسائل تمدّن میں منہمک ہو کر جس طرح تہذیب نفس کو تباہ کیا اور طرح طرح کی بداخلاقیاں

اور ان کے نتائج بد اپنے سر لیے اسی طرح تدبیر منزل اور خانگی معیشت کو بھی برباد کر کے طرح طرح کی ناپاک بداعمالیوں اور بدحالیوں کا مخزن بن گئے۔

اب تیسرا جزو سیاستِ مدن ہے جس کے تحت ملکی انتظامات، حفظانِ جان و مال، امنِ عامہ، ملکی سکون، قومی تعلیم و تربیت، صنعت و حرفت اور آسودگی و خوشحالی وغیرہ کے تمام ابواب آجاتے ہیں۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ جہاں خود حکومت کے مقرر کردہ کمیشن کے پیش کردہ اعداد و شمار کے مطابق لاکھوں تک چوریاں ہوں، قتلِ عوام کی مقدار لاکھوں سے متجاوز ہو، ڈاکہ زنی کی تعداد لاکھوں سے کم نہ ہو اس ملک کے امن عامہ اور تہذیب نفس کی کیا انتہا ہو سکتی ہے اور ایثار و ہمدردی کا کیا ٹھکانا اور پھر جہاں انسانی صورتوں کے ایسے درندوں اور بھیڑیوں کی صحیح معنوں میں مہذب انسان باور کرایا جائے وہاں کی ایثار و ہمدردی ہی کا نہیں بلکہ عقل مندی اور دانش کا بھی کیا ٹھکانا ہے:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

یہ صرف ایک ہی متمدن اور مایہ ناز ملک کے جرائم کا حال ہے بقیہ یورپ میں تہذیب و تمدّن کے نام سے کیا ہو رہا ہے خود ہی اندازہ کر لینا چاہیے؟

"قیاس کُن زگلستان من بہار مرا"

اسلحہ جدید اور مہلک حادثات

پھر سائنس کی روز افزوں ترقیات نے انسانیت کی کیا خدمت کی؟ اس کا اندازہ ایک بڑی جنگ کی بدولت تباہی و بربادی سے لگایا جائے۔ اخبار مدینہ بجنور ۷ نومبر ۱۹۳۶ء لکھتا ہے:

"اتحادی طاقتوں روس، فرانس، برطانیہ، اٹلی، امریکہ، جاپان، رومانیہ، سرویہ، بلجیم، یونان، پرتگال، مانٹی نگرو کی کل فوج چار کروڑ اکیس لاکھ اٹھاسی ہزار آٹھ سو دس (۴۲۱۸۸۸۱۰) میں سے ایکاون لاکھ ستاون ہزار تین سو پندرہ (۵۱۵۷۳۱۵) انسان قتل ہوئے۔ ایک کروڑ اٹھائیس لاکھ اکتیس ہزار چار (۱۲۸۳۱۰۰۴) زخمی ہوئے اور اکتالیس لاکھ اکتالیس ہزار نوے قیدی اور لاپتہ ہو گئے۔"

ادھر اتحادیوں کے بالمقابل جنگ کی مرکزی طاقتوں جرمنی، آسٹریا، ہنگری، ترکی، بلغاریہ کی کل فوج (۲۲۸۵۰۰۰۰) میں سے ہلاک شدہ اور مجروحوں کی تعداد (۵۴۰۴۴۷۷) ہوتی ہے اور اس طرح مجموعی حیثیت سے اتحادیوں اور اُنکے

بالمقابل صف آرا طاقتوں کے وہ اشخاص جو جنگی تباہی کا شکار ہوئے۔

جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ سو میں سے ۷۶ء ۵ ہلاکت زدہ ہوئے اور سائنس نے سائنسدانوں ہی کی بھری بھرائی آبادیوں کا نصف سے زیادہ حصّہ ختم کر دیا اور ابھی تک بھی سائنسی ترقیات کی یہ بڑھتی ہوئی رو اور مدعیانِ امن و اصلاح کی یہ مہذبانہ تنگ و تاز محض اتنی ہی بربادی پر قناعت کرنے کے لیے تیّار نہیں ہے۔ اَب بھی برابر مہلک آلات کی ایجاد اور فنا خیز سامانوں کی فراہمی تندہی کے ساتھ جاری ہے۔(سچ لکھنؤ، ۱ مارچ ۱۹۳۰ء)

بہرحال یورپ کی مادی ترقی نے خود یورپ ہی کا نصف سے زیادہ حصّہ ختم کر دیا ہے۔ بقیہ نصف سے کم حصّہ پر سائنس ہی کی دیگر ایجادات موٹروں، مشینوں، کارخانوں، ریلوں، ہوائی جہازوں، برق و بجلی اور گیس وغیرہ کے ذریعہ جو مصیبتیں واقع ہوتی ہیں تو اعداد و شمار میں اس کم از نصف حصّہ پر بھی وہ سائنسی آفات و مصائب کسی طرح ان مذکورہ آثار سے کم نہیں ہیں بلکہ بدرجہا زیادہ ہیں۔ چنانچہ ڈیلی ٹیلی گراف ۴ اگست ۱۹۲۸ء لکھتا ہے :

"امریکہ جیسے گہوارہ تمدّن و تہذیب میں ۱۹۲۷ء میں موٹروں سے کچل کر ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۲٫۵۰۰۰۰ لاکھ ہے اور ان زخمیوں کی تعداد جنھیں ہسپتال پہنچایا گیا ۵٫۰۰۰۰۰ (پانچ لاکھ) ہے"

اسی طرح عام گاڑیوں کے حادثوں سے ہزاروں اور لاکھوں جانیں ضائع ہوئیں یا زخمی ہوئیں۔ ان حادثات کے علاوہ ریلوے کے ٹکرانے، جہازوں کے تباہ ہونے اور ڈوبنے، کانوں کے بیٹھنے، گیس کی ٹینکیوں کے پھٹنے اور دوسری تمدّنی ترقیوں کے مردم کش آثار و نتائج کا شمار ان کے علاوہ ہے۔

سائنٹیفک ایجادات سے بے چینی اور خودکشی کی بھرمار

تہذیب و تمدّن کی چمک دار روشنی حیاتِ انسانی کی تاریکی کو دُور نہ کر سکی اور دولت و ثروت کی یہ فراوانی قلبی سکون و راحت پیدا کرنے سے قاصر رہی لہٰذا اس بے چینی اور بے اطمینانی سے نجات پانے کا آسان ذریعہ خودکشی کو سمجھ لیا گیا ہے۔ ایک امریکن ڈاکٹر ہوف میں لکھتا ہے :

"ممالک متّحدہ امریکہ میں ہر سال تخمیناً اٹھارہ ہزار جانیں خودکشی سے ضائع ہوتی ہیں اور تقریباً پچاس ہزار آدمی ہر سال ایسے نکلتے ہیں جن کا دماغی توازن اپنی جگہ پر قائم نہیں۔ انھوں نے خودکشی کی کوشش کی

مگر ناکامیاب رہے۔" (معارف اعظم گڑھ ۲۸ اگست ۱۹۳۱ء لٹریری ڈائجسٹ)

تمدّنِ جدید کا انجام اور حاصل

ناظرین کرام! انہی مذکورہ بالا تباہیوں کا نام جدید تمدّن اور نئی تہذیب ہے، یہی وہ روشن خیالی ہے جس سے ہٹانے پر عُلماء مجرم، گردن زدنی، دُنیا پرست اور عُلماءِ سو کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ خود متمدن تو اپنے تمدّن کے نتائج بد کا اظہار کر کے رو رہے ہیں اور اس جدید تہذیب کی آگ کو بُجھانا چاہتے ہیں، لیکن ان کے مشرقی پرستار "مدعی سست گواہ چست" کے مطابق ان کے ظلماتی و تاریک ویرانوں میں بسیرا کرنے کی خاطر اپنے نُورانی گھروں کو اجاڑتے جا رہے ہیں۔ بقول صدق لکھنؤ:

" جو یورپ تجربوں کے بعد اپنے نئے نظریات سے عاجز ہو جاتا ہے اور اُنہیں اُتار پھینکنے کے لیے بے قرار ہوتا ہے تو ہمارے ملک کے روشن خیال اور تجدد پسند انہیں اُگلے ہوئے نوالوں کو مزہ لے کر چباتے ہیں اور اسی اُترے ہوئے جوڑے سے اپنے جسم و تن کی زینت و نمائش کرتے ہیں۔ ذہنی غلامی اور دماغی مرعوبیت کی بھی آخر ایک حد ہونی چاہیے۔

مُسلمانوں کے لیے مقام غیرت و عبرت

کیا آج دُنیائے اسلام کے لیے ان کے اسلاف کا نقش قدم اور نمونہ عمل کافی نہیں رہا کہ اُن کی زندگی کے شعبے غیروں کے قدموں میں لڑھکتے پھر رہے ہیں؟ صدیق و فاروق، عثمان و حیدر، ابو عبیدہ اور ابن عوف ابن عمر اور ابن عبّاس رضی اللہ عنہم کے اسوے کیا وقتی اور مقامی تھے کہ آج اُن کو یورپ کی تمدنی دھول میں دفن کر دیا جائے؟ اور وہ بھی اس قوم کا اسوۂ عمل اختیار کرنے کے لیے جو خود بھی اپنے نمونہ عمل سے تنگ آ کر خود کشی کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھتی ہو، اور کیا آج فلاح و بہبود ان نمونہ ہائے اسلاف میں باقی نہیں رہی کہ ہم نمونہ ہائے اغیار پر مجبور ہوں؟ کس قدر حیرت اور حسرت کا موجب ہے کہ غیر اقوام اور ان میں بھی وہ مُشرک قومیں جو علم شرائع اور کُتب سماویہ سے کلیتہً خالی اور بے بہرہ ہیں ان اسلاف کرام کے اسوؤں کی پیروی اپنے لیے فلاح تصوّر کریں اور خود مُسلمان جن کو قدرت نے ان اسوؤں کی میراث کا حقیقی وارث بنایا تھا ان سے بیگانہ بنیں اور منکرہ اقوام کے نمونوں میں اپنی فلاح سمجھیں یہ کچھ کم عبرت ناک بات ہے کہ مسٹر

گاندھی کانگریسی وزراء کو سادگی و تواضع اور لا امتیازی کی نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"کیا تم کو تاریخ عالم کی ان درخشاں شخصیتوں کی زندگیاں یاد نہیں جن کو دُنیا ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ کے نام سے جانتی ہے، دُنیا بھر کی دولت ان کے قدموں میں پڑی تھی مگر ان کے استغناء اور بے نیازی میں کوئی فرق نہ آیا۔ کل کی دُنیا کی تاریخ ٹٹول جاؤ مگر تمہیں صدیقؓ و فاروقؓ جیسی تابناک ہستیاں مشکل سے نظر آئیں گی۔ عمرؓ کے پاس دولت کے جزائر تھے مگر اُنھوں نے آخر وقت تک اپنے رفقاء کار کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ روم و شام کی سرسبز وادیوں میں پہنچ کر اپنا موٹا جھوٹا لباس اُتار ڈالیں اور اس کی بجائے قاقم و سنجاب زیب تن کریں، کانگریسی وزراء کو بھی اسی نمونہ پر عامل ہونا چاہیے"۔

(اخبار مدینہ بجنور ۲۵ جولائی ۱۹۳۷ء)

کیا فہم کا تعاکس ہے کہ گاندھی تو اپنی زیر اثر قوم کو ساری دُنیا کے نمونوں سے ہٹا کر اسوۂ صحابہؓ کی طرف لانا چاہے اور مُسلمان اپنی تحریروں اور تصنیفوں میں پیروانِ صحابہ کو اُن کے سادہ نمونوں سے ہٹا کر دُنیا کے ان تنعم خیز اور مہلک نمونوں میں پھنسانے بلکہ دھنس جانے کا مشورہ دیں جن کا عبرتناک حشر روز بروز آنکھوں کے سامنے آرہا ہو:

"بہ بیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا"

مُسلمان اُٹھیں اور تمام اندرونی و بیرونی اثرات سے دلوں کو آزاد کر کے اُٹھیں اور یورپ کے اثرات و تمدّن سے بچاؤ کا پروگرام بنائیں اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات اقدس اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ ہائے حسنہ کو اپنائیں۔

تشبہ بالکفار سے خصوصًا تشبہ بالنصاریٰ سے کنارہ کشی اختیار کریں اور خود دار بن کر رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ صحبتِ صلحاء اختیار کریں کیونکہ کفار سے جذباتِ نفرت اور قلب میں عمل کرنے کے دواعی بغیر معیت و صحبتِ صلحاء اختیار کیے ہرگز پیدا نہیں ہوتے۔ مجالستِ صلحاء سے قوی القلب اور با اعتماد ہو جائیں گے اسی لیے قرآنِ حکیم نے اس کا پُرزور حکم دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچّوں کی صُحبت اختیار کرو"۔

نماز باجماعت ادا کریں تاکہ منتشر قوتیں جماعت کی مرکزیت کے ساتھ جمع ہو جائیں، جمعہ و جماعات اور

حاضری مساجد سے ادھر اللہ سے واصل ادھر باہم متحد و منظم ہوجائیں گے۔ پھر اس پروگرام کو باقی اور مستحکم رکھنے کے لیے مالی تنظیم کریں، جس کی صُورت زکوٰۃ و صدقات کی فراہمی ہے جو اُنھیں مصارف میں صرف کی جائے جن کو اسلامی پروگرام نے مقرر کیا ہے اس سے لوگ غنی اور غیر محتاج ہوجاتے ہیں۔

اور تبلیغ و نصیحت کو ضروری سمجھیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو شعار بنائیں۔ اپنے بھائی کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ منکر اور شرعی کوتاہی میں مُبتلا دیکھ کر خاموش نہ ہوجائیں بلکہ خلوت وجلوت اور خفیہ و علانیہ انتہائی محبت و پیار بلکہ خوشامد و سماجت کے ساتھ اس سے بچانے کی سعی بلیغ کریں تاکہ اسلامی مسائل کا گھر گھر چرچا ہو اور ہر خورد و کلاں محبّتِ حق میں سرشار ہو کر ساری دُنیا کو فتح کرنے کا خواہش مند ہو کہ سارے عالم میں یہی چرچا پھیل جائے اور بندے خُدا کے ہو رہیں۔ حق تعالیٰ نے اسی مختصر پروگرام کو مُسلمانوں کی شوکت کا آخرین مقصد ٹھہرایا۔ ارشاد خداوندی ہے: الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ وللہ عاقبۃ الامور (یہ لوگ (مسلمان) ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دُنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں (جس سے تعلّق مع اللہ بھی استوار ہوتا ہے اور حاضری مساجد و جمعہ جماعات سے خود بخود اتحاد و تنظیم بھی پیدا ہوجاتی ہے) اور زکوٰۃ دیں (جس سے بیت المالی تنظیم خود بخود عیاں ہے) اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں (جس سے نیک کو نیک اور بد کو بد سمجھنے کی طرف بھی اشارہ ہے جو علم ہے اور اس مناصحت میں ایک دوسرے کی معیت بھی قدرتی ہے جس سے صُحبت و ہم قرینی مفہوم ہوتی ہے اور اس مجموعہ کی خاصیّت ترک تشبہ بالکفار اور اختیار تشبہ بالاخیار ہے اور سب کاموں کا انجام خُدا ہی کے اختیار میں ہے۔)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمان سنبھلیں اور قرآن کے اس پروگرام اور اس جیسے دوسری آیاتِ الٰہیہ کے عملی نظاموں کو دانتوں سے مضبوط پکڑیں۔ قدرت کی طرف سے سامان سب تیار ہے صرف محنت کی ضرورت ہے تاکہ جو چیز منجانب اللہ ہونے والی ہے اس میں ہمارے اجر و ثواب کا حصّہ بھی قائم ہوجائے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیقِ عمل دے، آمین۔ (تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام) (بشکریہ ماہنامہ الخیر)

آہ حضرت مولانا غلام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

اخلاق احمد خان صاحب ۔ جوہر آباد

مؤرخہ ۲۷ جولائی بروز جمعرات حضرت مولانا غلام ربّانی خطیب جامع مسجد بلاک ۲ جوہر آباد اور مہتمم جامعہ اسلامیہ کا عارضہ قلب کے باعث انتقال ہوگیا۔

لکی مروت کے گاؤں رحمانہ وانڈہ سے طالب علم بن کر خلیفہ صاحب کٹہ خیل کی خدمت میں رہے بعد میں خلیفہ صاحب نے مولانا ربّانی کو مفکرِ اسلام مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے حوالے کر دیا۔ قاسم العلوم ملتان میں حضرت مفتی صاحبؒ کے زیرِ سایہ رہ کر تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے کیا۔

قاسم العلوم میں دورانِ تعلیم امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی بارہا مرتبہ زیارت کی۔ مولانا ربّانی نے حضرت درخواستیؒ حضرت لاہوریؒ اور حضرت بنوریؒ سے بھی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔

مولانا ربّانی کی دستار بندی حضرت بنوریؒ مفکرِ اسلام حضرت مفتی محمودؒ اور حضرت علّامہ شمس الحق افغانیؒ نے مشترکہ طور پر فرمائی۔

۱۹۵۶ء میں جب حضرت لاہوریؒ نے جمعیۃ علماء اسلام کی ازسرِ نو تنظیم کے لیے علماء کرام کا کنونشن ملتان قاسم العلوم میں بلایا تو مولانا ربّانی نے اس کنونشن میں حضرت مفتی صاحبؒ کے زیرِ سایہ عملی انتظامات میں بھرپور حصّہ لیا۔

مولانا ربّانی مرحوم ۳۵ سال جوہر آباد ضلع خوشاب میں رہے آپ کی شہرت اور مقبولیت علاقہ بھر میں بہت زیادہ تھی۔ مولانا کا درس قرآن ۔ خطبہ جمعہ اور اعتکاف علاقہ بھر میں مشہور تھا لوگ دُور دُور سے آتے تھے۔

مولانا غلام ربّانی مرحوم نے قاسم العلوم ملتان میں طالب علمی میں ہی مفکرِ اسلام مفتی اعظم مولانا مفتی

محمودؒ سے اکابرین دیوبند کا سیاسی نظریہ سیکھ لیا تھا۔ وہ نظریہ جس پر شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ نے تمام عمر عملی طور پر کام کیا۔ مولانا مرحوم نے بھی تمام عمر شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ کے نظریہ پر رہتے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر کام کیا۔

مولانا ربّانی جمعیۃ کے صوبائی نائب امیر ضلع خوشاب کے امیر اور سرپرست اعلیٰ رہے۔ مولانا نے ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے ہمیشہ کلمہ حق کہا۔ کوئی بڑے سے بڑا خوف یا لالچ مولانا کو کبھی بھی جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے الگ نہ کر سکا۔ مولانا مرحوم نے ہمیشہ جمعیۃ کی مرکزی پالیسی پر عمل کیا۔

۱۹۷۰ء کے انتخاب میں جماعتِ اسلامی نے سرمایہ دار اظہار احمد قریشی کو ایم این اے کا اُمّیدوار بنایا اور اپنی پُوری قوّت لگادی۔ مولانا ربّانی نے ضلع بھر میں مودودی جماعت کا اعلانیہ تعاقب کیا اور مودودی جماعت کا سرمایہ دار اُمّیدوار بھاری اکثریت سے ہار گیا۔ ضلع بھر میں مودودی جماعت کو مولانا مرحوم نے ہمیشہ دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کیے رکھا۔

مولانا ربّانی کو حضرت بنوریؒ اور حضرت خواجہ خان محمدّ صاحب مدظلہ سے بہت عقیدت تھی۔ مولانا نے ختم نبوّت کی ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک میں ضلع بھر میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوّت میں روڈہ شہر میں مولانا ربّانی کے عقیدت مندوں نے قادیانیوں کی عبادت گاہ مسمار کردی جس پر مقدمات بھی قائم ہوئے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوّت میں مولانا غلام ربّانی کو گرفتار بھی کیا گیا تھا۔

مولانا ربّانی کی خدمات کے باعث جامع مسجد بلاک ۴ جوہر آباد میں بڑے بڑے اکابر علماء کرام تشریف لائے جن میں حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ، حضرت مولانا سیّد محمد شاہ امروٹیؒ، حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ بیر شریف والے، حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ، مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور قائدِ محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ شامل ہیں۔

مولانا ربّانی کے ہاتھ پر ایک انس مجوکہ نامی قادیانی نے اسلام قبول کیا تھا۔

مولانا ربّانی ضلع بھر میں تحریری فتوٰی دینے والے عالمِ دین تھے۔

مولانا ربّانی نے جمعیۃ علماء اسلام کی پالیسی کے مطابق ہر تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔

مولانا ربّانی نے ذاتی پلاٹ فروخت کر کے ۱۴ کنال زمین لے کر میانوالی روڈ پر جامعہ اسلامیہ قائم کیا

(باقی ص ۱۲ پر)

جاں پُرسوز

تجویز نمبر ۲۔ جمعیت علماء ہند کی مجلس مرکزیہ کا یہ اجلاس اس امر کو حد درجہ تشویش ناک جانتا ہے کہ اتحادی حکومتوں خصوصاً ممالک متحدہ امریکہ کے ذمہ دار حلقوں میں فوری رجحان اس کا پایا جاتا ہے کہ فلسطین کو وطن الیہود بنا دیا جائے جس کے خلاف تمام دُنیائے اسلام کی طرف سے صدائے احتجاج بلند کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صراحتاً اعلان کیا ہے کہ یہودیوں نے چونکہ بے گناہ انبیاء کو قتل کیا اس لیے ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور اس قوم پر ذلت و مسکنت طاری کردی گئی۔ یہی سبب ہے کہ ہزاروں سال سے یہ قوم حکومت کی عزت و شوکت سے محروم رہی ہے اور جب کبھی اللہ تعالیٰ کی منشار کے خلاف دُنیا کے کسی حصہ میں یہودیوں کی حکومت قائم کرنے کی کوشش ہوگی۔ مُسلمان قرآنی تصریحات کے بموجب یقین کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قہر اور غضب نازل ہوگا اور دُنیا اسی قسم کے مصائب سے دوچار ہوگی جس قسم کے مصائب گزشتہ چھ سال کی عالمگیر جنگ میں اس نے برداشت کیے ہیں۔ لہٰذا جمعیت مرکزیہ علماء ہند تمام اتحادی زعماء سے عموماً اور دُنیائے مسیحیت کے سرداروں سے خصوصاً درخواست کرتی ہے کہ عالم انسانی کو تباہی و مصیبت میں دوبارہ ڈالنے سے احتراز کریں اور ارض مقدس فلسطین کو وطن الیہود بنانے کا خیال ترک کردیں اور اہلِ فلسطین کو سکون اور عافیت سے زندگی بسر کرنے دیں۔

جمعیت مرکزیہ کی رائے میں جمہوریہ امریکہ کے صدر اور برطانیہ کی ترقی پسند مزدور پارٹی کے لیے ہرگز زیبا نہیں کہ اہلِ فلسطین کو دُنیائے متمدنہ کے مسلمہ اُصول حق خود ارادیت سے محروم کرکے ممالک غیر کے آبادکاروں کو اس ملک پر مسلط کیا جائے اور برطانوی قدامت پسندوں نے فلسطین کے انتداب کو اپنے دائمی تسلط کا ذریعہ بنانے کی غرض سے جو حکمت عملی اختیار کی تھی اسے جاری رکھ کر حق و انصاف کا محض اس بنار پر خون کیا جائے کہ فلسطین کے اصل باشندے یعنی عرب سفید فام نہیں ہیں۔ انتداب کی کم عمر پُوری ہوچکی اور اب وقت آگیا ہے کہ جلد از جلد فلسطین میں عربوں کو کامل آزاد حکومت کے قائم کرنے کا موقع دیا جائے۔ تاکہ متحدہ اقوام کی مجلس میں ایک نئے امن پسند حلیف کا اضافہ ہوسکے۔ (جمعیۃ العلماء کیا ہے؟ صٓ۳۷)

❁*❁

شرم تم کو مگر نہیں آتی

زیرِ نظر اشتہار یکم اکتوبر ۲۰۰۰ء کو پاکستان کے سب سے زیادہ کثیر الاشاعت اخبار روزنامہ "جنگ" میں شائع ہوا ہے جبکہ یہی اشتہار اس سے قبل بھی کئی بار شائع ہو چکا ہے اس کی ایک بار اشاعت پر تقریباً تریسٹھ ہزار روپے خرچ آتے ہیں یہ کھانے کسی پہلوان کے لیے نہیں بلکہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی کے ڈائریکٹر کے لیے ہیں جو عام طور پر جسمانی مشقت کے بالکل عادی نہیں ہوتے سارا دن بیٹھ کر دماغی کام کرنا ہوتا ہے جبکہ جسمانی مشقت کا عادی شخص بلکہ کوئی پہلوان بھی ان ثقیل اور مرغن کھانوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

ڈائریکٹر صاحب کے اس اشتہار کی مثال دیگ کے نوالے کی مانند ہے جس سے پوری دیگ کا اندازہ لگا لیا جاتا ہے۔ لہٰذا دیگر ڈائریکٹر صاحبان، بیوروکریٹس، پولیس، کسٹم، ریلوے، تجارت اور دیگر وزارتوں اور محکموں کو اس پر قیاس کر کے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قوم کے پیسہ پر پلنے والے قوم کے ان غمخواروں کو کھانے پینے کی دوڑ سے ہی فرصت نہیں۔ جس قوم کی تیس فیصد سے زیادہ آبادی غربت کی سطح سے نیچے زندگی گزار رہی ہو اس قوم میں اس قدر مہنگے اشتہار کے ذریعہ مہنگے ترین من پسند کھانوں کے اعلان کو انتہائی بے حسی اور سنگدلی کے علاوہ کیا نام دیا جا سکتا ہے اس شقاوتِ قلبی کا سبب سود خوری کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

ادارہ

فوری ضرورت خانساماں

ایک ملٹی نیشنل کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر کے لئے تجربہ کار خانساماں جو کانٹینینٹل پاکستانی اور انڈین ڈشز جیسے نہاری، پسندے، بہاری کباب، پائے، حلیم نیز چائیز رولز، منچورین، ڈرم اسٹک، سوپ وغیرہ اور جاپانی کھانے تیار کرنے میں مہارت رکھتا ہو اور بیکنگ و ڈیزرٹ بنانے آتے ہوں کی ضرورت ہے

پرکشش تنخواہ کے علاوہ رہائش اور علاج معالجہ کی سہولت،
فائیو سٹار ہوٹل کا تجربہ رکھنے والے کو ترجیح دی جائیگی۔

فون نمبر 5180700 صبح 11 بجے سے شام 5 بجے تک

حاصلِ مُطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

مندرجہ بالاعنوان ایک حدیث شریف کاٹکڑا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہونا چاہیے اُسے چاہیے کہ مشوہ لینے والے کو اُسی چیز کا مشورہ دے جس میں اس کی خیر اور بھلائی ہو، پُوری حدیث شریف اس طرح ہے۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک صحابی اَبُو الْهَيْثَمِ بِنْ تَيِّهَانْ سے پُوچھا: تمہارے پاس کوئی خادم ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا جب ہمارے پاس کہیں سے غلام آئیں تو تم آنا (مَیں تمہیں غلام دے دوں گا) چنانچہ (کچھ عرصہ بعد) جب نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس دو غلام لائے گئے تو ابو الہیثم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن سے فرمایا: اِخْتَرْ مِنْهُمَا اِن دونوں غلاموں میں سے کسی ایک کو اپنے لیے پسند کر لو، اس پر ابو الہیثم نے عرض کیا "یَا نَبِيَّ اللهِ اِخْتَرْ لِيْ" یا نبی اللہ آپ ہی میرے لیے کوئی غلام منتخب فرما دیجیے۔ اس موقع پر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا" اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ" (کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ) جس شخص سے مشورہ لیا جائے اُس کو امین ہونا چاہیے (اور تم غلام کا انتخاب میرے سُپرد کر

رہے ہو اور مجھ سے گویا اس سلسلہ میں مشورہ چاہتے ہو اس لیے مَیں تمہیں وہی غلام دوں گا جو تمہارے لیے بہتر اور مناسب ہوگا اس کے بعد آپ نے دونوں غلاموں میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:) اِس غلام کو لے جاؤ کیونکہ مَیں نے اِس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، مَیں تمہیں اس کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیّت کرتا ہوں اُس پر عمل کرنا"۔ [۱]

افسوس! آج کل لوگوں نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اِس ارشادِ مُبارک کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے اور مشورہ دینے میں انتہائی خیانت سے کام لینے لگے ہیں۔ اپنا ہو یا پرایا مشورہ دیتے وقت اس کی بھلائی کا خیال نہیں کرتے اور قصدًا و اِرادتاً غلط مشورہ دیتے ہیں اِلّا ما شاء اللہ اس کے برعکس ہمارے اسلاف و اکابر کا یہ حال تھا کہ وہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اِس ارشادِ گرامی پر سختی سے عمل کرتے تھے، اپنا ہو یا پرایا دوست ہو یا دُشمن ہر حال میں مشورہ صحیح دیتے تھے۔ تاریخ نے اپنے دامن میں اسلاف کے ایسے بہت سے واقعات محفوظ کیے ہُوئے ہیں، ایک واقعہ نذرِ قارئین کیا جاتا ہے۔

علّامہ ابن جوزی (م: ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ زیاد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا: امیر المؤمنین میں آپ کے لیے اپنے بائیں ہاتھ سے عراق کو قابُو کر چکا ہُوں اور میرا دایاں ہاتھ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے فارغ ہے اس لیے آپ مجھے حجاز کا والی بنا دیجئے اُس زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حیات تھے اور مکّہ مکرّمہ میں سکونت پذیر تھے، آپ کو زیاد کی یہ بات پہنچی تو آپ نے دُعا فرمائی "الٰہی زیاد کے دائیں ہاتھ کو ہماری طرف سے پھیر کر باقی جس چیز سے آپ چاہیں مشغول فرما دیں" اس بددُعا کا یہ اثر ہُوا کہ زیاد کے دائیں ہاتھ میں طاعون کا مرض پیدا ہوگیا، اطبّاء سے رجوع کیا گیا تو سب کی اجتماعی رائے یہ ہُوئی کہ ہاتھ کاٹ دیا جائے، زیاد نے اطبّاء کی رائے کے بارے میں قاضی شریح رح سے مشورہ کیا، قاضی شریح رح نے یہ مشورہ

---

[۱] ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص۴۳۳

دیا کہ آپ ہاتھ نہ کٹوائیں، آپ نے فرمایا کہ دیکھیے آپ کا رزق تقسیم ہوچکا ہے اور آپ کی موت کا وقت طے ہوچکا ہے مجھے یہ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ کی زندگی باقی ہے تو آپ بغیر ہاتھ کے جیئیں ، اور اگر آپ کی موت کا وقت قریب آچکا ہے تو آپ اللہ سے کٹے ہُوئے ہاتھ کے ساتھ ملیں پھر اللہ تعالیٰ جب آپ سے سوال کریں کہ یہ ہاتھ کیوں کاٹا ہے تو آپ جواب میں یہ کہیں کہ آپ کی قضاء و قدر سے بچنے اور آپ کی ملاقات سے نفرت کی بنا پر کٹتے ہیں زیاد اُسی دن مرگیا ، لوگ قاضی شریح رح کو بُرا بھلا کہنے لگے کہ تم نے اُسے ہاتھ کٹوانے سے کیوں روکا ؟ وجہ یہ تھی کہ اکثر لوگ زیاد سے نفرت کرتے تھے (اور چاہتے تھے کہ یہ کسی طرح مرجائے) قاضی شریح رح نے جواب دیا کہ دیکھو اُس نے مجھ سے مشورہ کیا تھا اور اگر حدیث میں یہ نہ آیا ہوتا کہ جس سے مشورہ لیا جائے اُسے امانتدار ہونا چاہیے تو میری بھی یہی خواہش ہوتی کہ ایک دن اُس کا ہاتھ کاٹا جاتا ، دوسرے دن پاؤں کاٹا جاتا اور ہر روز ایک ایک کرکے اُس کے سارے اعضاء کاٹ دیے جاتے"۔ [1]

ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کی قدر و قیمت:

"حضرت امام احمد بن حنبل رح اپنی سند سے حضرت وہب بن مُنَبِّہ رح سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : حضرت سلیمان علیہ السّلام کے تختِ شاہی کے ایک ہزار کمرے تھے جن کے اُوپر کا حصّہ شیشے کا اور نیچے کا حصّہ لوہے کا تھا ، ایک دفعہ آپ ہَوا کے دوش چلے تو آپ کا گزر ایک کسان پر ہُوا ، کسان نے آپ کی شان و شوکت کو دیکھ کر کہا کہ : آلِ داؤد کو بڑی عظیم سلطنت عطا کی گئی ہے ، ہَوا نے یہ بات جناب سلیمان علیہ السّلام کے کانوں تک پہنچادی ۔ وہب بن مُنَبِّہ رح کہتے ہیں کہ

---

[1] حیاۃ الحیوان عربی ج : ۱ ص : ۳۳

آپ تخت سے اُتر کر کسان کے پاس آئے اور فرمایا میں نے تمہاری بات سُن لی ہے مَیں تمہارے پاس یہ بتلانے آیا ہوں کہ تمہیں اس چیز کی تمنّا نہیں کرنی چاہیے جس پہ تم قادر نہیں ہو، یاد رکھو ایک دفعہ سُبْحَانَ اللہ کہنا جو بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوجائے وہ آلِ داؤد کی سلطنت سے بڑھ کر ہے، کسان یہ سن کر بولا خُدا آپ کی فکرات کو دُور فرمائے جس طرح آپ نے میری فکر دُور فرمائی ہے"۔[1]

صدقہ کی برکت

حضرت امام احمد بن حنبلؒ اپنی سند کے ساتھ مسلم بن ابی الجعدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم میں ایک شخص لوگوں کو بہت ستایا کرتا تھا، لوگوں نے حضرت صالح علیہ السّلام سے عرض کیا کہ آپ اس کے لیے بددُعا کریں آپ نے فرمایا: جاؤ اس شخص سے تمہاری کفایت کر لی گئی ہے۔ یعنی تم اس کے شر سے محفوظ ہوگئے ہو، مسلم بن ابی الجعدؒ کہتے ہیں کہ وہ شخص روزانہ لکڑیاں چننے جایا کرتا تھا چنانچہ وہ اُس روز بھی اِس ارادے سے نکلا اس کے پاس دو چپاتیاں تھیں جن میں سے ایک اُس نے کھالی اور دوسری صدقہ کردی، غرض وہ گیا اور لکڑیاں چن کر شام کو صحیح سالم لوٹ آیا (اُسے کچھ بھی نہیں ہُوا) لوگوں نے حضرت صالح علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ وہ شخص تو لکڑیاں چن کر صحیح و سالم لوٹ آیا اُسے کچھ نہیں ہُوا حضرت علیہ السّلام نے اُسے بلایا اور اس سے پُوچھا کہ تم نے آج کیا عمل کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ مَیں گھر سے چلا تو میرے پاس دو چپاتیاں تھیں جن میں سے ایک مَیں نے کھالی اور دوسری صدقہ کردی، حضرت صالح علیہ السّلام نے فرمایا: اچھا لکڑیوں کا یہ گٹھڑ کھولو اس نے گٹھڑ کھولا تو دیکھا کہ اس میں ایک سیاہ سانپ درخت کے تنے کی مانند پڑا ہُوا ہے اور اُس نے اپنے دانت ایک موٹے تنے پر گاڑے ہُوئے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السّلام نے فرمایا اس نے جو چپاتی صدقہ کی تھی اُس کی برکت سے یہ بچ گیا۔[2]

---

[1] کتاب الزہد للامام احمدؒ ص۵۱　　[2] کتاب الزہد ص۱۳۰

اخبار و احوال جامعہ (جدید)

محمد آباد رائے ونڈ روڈ

○ ۹ر اکتوبر ترکی کے دار الخلافہ استنبول میں قائم مرمرہ یونیورسٹی کے شعبہ اقتصادیات کے چھ طلبہ کا وفد مشہور اسلامی سکالر جناب یُوسف کوراجہ صاحب کی رہنمائی سے مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کے لیے آیا ان کا سلام پہنچایا اور ترکی آنے کی دعوت دی۔ اس وفد کے امیر جناب ناجی یورو الماز تھے۔ باقی ارکان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ کنعان باجی یاسین اطوراش الکیر چالش کان سیف الاسلام خان

مولانا نے سب کا خیر مقدم فرمایا جناب یُوسف کوراجہ صاحب کے احوال دریافت کیے اور ان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا یہ ملاقات تقریباً دو گھنٹے جاری رہی مولانا دامت برکاتہم نے بہت سی نصیحتیں کیں مختلف مواقع پر کام آنے والی باتیں بتائیں چند ایک افادہً قارئین کے لیے سپردِ قلم کی جاتی ہیں۔ دوران گفتگو مولانا نے اُن سے سوال کیا کہ

آپ اقتصادیات پر تحقیق کر رہے ہیں آپ کے خیال کے مطابق ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کی پالیسیز اسلام اور مُسلمانوں کے نفع میں ہیں یا نقصان میں ؟

اس پر اُنھوں نے ٹھوس حقائق کی روشنی میں بتایا کہ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کی پالیسیز سراسر اسلام اور مُسلمانوں کے خلاف ہیں اِن سے کسی خیر کی توقع رکھنا حماقت ہے۔ اس پر مولانا دامت برکاتہم نے دریافت فرمایا:

ایسی خطرناک صُورت حال میں آپ نے اُمّت مسلمہ کو ان سے چھٹکارا دلانے کے لیے کیا سوچا اُنھوں نے جواب دیا کہ ادارہ کی طرف سے اس بارے میں ہماری کوئی راہنمائی نہیں کی جاتی، البتّہ ہم ذاتی طور پہ کوشش کر رہے ہیں لیکن ان تجاویز پر عمل کرنے کے لیے ہمیں متحد ہونا پڑے گا۔

مولانا نے فرمایا کہ کسی ایک بات کے خلاف سب ایک دم ہی متّحد ہو جائیں ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے لیکن آپ حضرات اقدام کریں گے تو لوگ آپ کے ساتھ مل کر کام کریں گے۔

اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ بہت عمدہ تجویز ہے انشاء اللہ ہم ہی میں سے کوئی اس بارے میں پہلا قدم اُٹھائے گا۔ مولانا نے اُنہیں یہ بھی فرمایا "ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مُسلمانوں کی اقتصادیات مذہب سے جُدا نہیں

ہو سکتیں اس لیے کہ اسلام ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے البتّہ جو مادہ پرست ہیں ان کی اقتصادیات کا مدار صرف مادہ پر ہو سکتا ہے۔

ایک سوال کے جواب میں مولانا نے فرمایا

اسلام کے اقتصادی نظام کو کسی مسلم حکومت کی سرپرستی اور اتھارٹی حاصل ہو یہ موجودہ حالات میں بظاہر ناممکن ہے اس لیے کہ یہود نے ایسا شکنجہ لگایا ہے کہ ہماری حکومتیں اپنا کوئی فیصلہ اُن کی مرضی کے بغیر نہیں کرسکتیں اگر ہم چاہیں کہ نظامِ اسلام کا نفاذ ہو تو یہودیت کے پنجے کاٹنے پڑیں گے کسی آزاد فیصلہ کے لیے قوّت کی ضرورت ہوتی ہے جو صرف اور صرف جہاد سے حاصل ہو سکتی ہے اس لیے اس عمل کو زیادہ سے زیادہ اپنانا ہوگا۔

جہاد کا مطلب یہ ہے کہ اعلاءِ کلمۃ اللہ اور غلبۂ دین کے لیے ہر شخص کے جو بس میں ہے کر گزرے قُوّتِ بازُو سے زبان سے ورنہ کم از کم دل ضرور بُرائی کو بُرا سمجھے یہ سب سے کم درجہ ہے۔ لیکن اس دَور میں جہاد بالسیف اور جہاد بالقلم کی اشد ضرورت ہے تاکہ اپنے فیصلے قوّت سے نافذ کرسکیں اور میڈیا کُفّار کے قبضہ میں ہے جسے وہ اپنے مفاد میں استعمال کر رہے ہیں اس لیے ان کے مقابلہ کی اہمیّت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ ترکی کے حالات مذہبی لحاظ سے بڑے خطرناک سُننے میں آرہے ہیں یہ اندیشہ ہے کہ کچھ عرصے بعد عیسائی سٹیٹ نہ بن جائے۔ (والعیاذ باللہ)

اُنھوں نے جواب دیا کہ موجودہ حالات میں تو یہ نہیں کہا جاسکتا۔ آئندہ نسل میں واقعی یہ خدشہ ہے۔

مولانا دامت برکاتہم نے اُنہیں نصیحت کرتے ہُوئے فرمایا کہ اس کی کوشش کیجیے کہ متدین اور باعمل عُلماء سے نوجوان نسل کا تعلّق مستحکم رہے تاکہ کبھی بھی مذہب کے لیے ضرورت ہو تو وہ کام کرسکیں اگر آپ اپنے ہاں عُلماء کو نہیں بلا سکتے تو وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے رہا کریں۔

جو عُلماء حکومت کے اداروں میں کام کر رہے ہوں گو وہ اعلیٰ علمی مقام رکھتے ہوں لیکن وہ آزادیٔ فکر سے محروم ہوتے ہیں وہ حکومتی دباؤ، ذاتی مجبوریوں، حبِ دُنیا اور مصلحت پسندی میں آپ کو غلط بات بھی بتا سکتے ہیں۔ جن عُلماء سے عیسائی مشنریاں بغض اور نفرت رکھتی ہیں آپ اُنہی کی بات سُنیں۔ (کیونکہ کفر کی ان سے نفرت ان کے حق پر ہونے کی بڑی علامت ہے)

ع وبضدها تتبين الاشياء

مولانا نے فتنوں سے حفاظت کے لیے سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات پڑھنے کو بتائیں اور حضرت

مولانا سیّد محمدّ میاں صاحب نوراللہ مرقدہ کی تالیف " سیاسی و اقتصادی مسائل" سلسلہ چشتیہ کا شجرہ مبارکہ اور بعض رسائل بطور ہدیہ دیئے ۔ وفد نے مولانا سے ملاقات پر انتہائی مسرّت کا اظہار کیا۔ بعدازاں اعزاز سے انھیں رُخصت کیا گیا۔

○ ۱۳ر اکتوبر، حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم ختم نبوّت کانفرنس چناب نگر میں شرکت کے لیے صبح روانہ ہُوئے۔ عشاء کے بعد بخیریت واپسی ہُوئی۔

○ ۱۵ر اکتوبر، شام کو کراچی سے جناب قاری شریف احمد صاحب مدظلہم حافظ فہیم الدّین صاحب حافظ کاملین صاحب حافظ فرید احمد صاحب اور دیگر بہت سے مہمانوں کی جامعہ مدنیہ جدید میں آمد ہُوئی سب نے مسجد حامد کی تعمیر و ترقّی پر خوشی کا اظہار کیا۔ عصر کے بعد خانقاہ حامدیہ میں ختم خواجگان میں شرکت کے بعد جناب قاری شریف احمد صاحب مدظلہم نے دُعا کروائی۔

○ ۲۲ر اکتوبر، مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم جامعہ خالد بن ولیدؓ وہاڑی میں ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ مولانا گل محمد صاحب کی دعوت پر عشاء میں جامعہ اشرفیہ وہاڑی تشریف لے گئے۔ محترم عبدالخالق وٹو صاحب کے ہاں رات کا کھانا ہُوا۔ پیر کی صبح بعافیت واپسی ہُوئی۔

انتقال پر ملال

گزشتہ ماہ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہم کے بھائی جناب عبداللہ سیٹھ صاحب مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون مرحوم نیلا گنبد کے قریب گاڑیوں کی ورکشاپ کے مالک تھے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جامعہ مدنیہ کے مدرس اور نائب امام مولوی محمدّ امین صاحب کے والد جناب حکیم محمدّ اسمٰعیل صاحب گزشتہ ماہ ۲۷ر نومبر کو طویل علالت کے بعد نارووال میں وفات پا گئے انّا للہ وانّا الیہ راجعون ۔ مرحوم حضرتِ اقدس بانیٔ جامعہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب مرحوم کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ ہر دو حضرات کے لیے جامعہ جدید میں ایصالِ ثواب کیا گیا۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

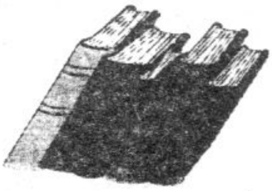

سہ ماہی

وفاق

ملتان

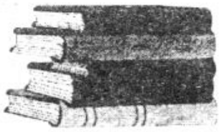

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ نے وفاق المدارس کا ایک ترجمان رسالہ سہ ماہی بنام "وفاق" شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے، یہ رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ صدر وفاق، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کے زیر سرپرستی مرکزی دفتر "وفاق" ملتان سے شائع ہوگا جس میں :

☆ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی خدمات، تحفظ مدارس دینیہ کے سلسلے میں اس کے فعال کردار اور ان مدارس کے دفاع کے لیے اس کی کارکردگی کی تفصیلات پیش کی جائیں گی۔

☆ وفاق المدارس کے ریکارڈ میں محفوظ دینی مدارس اور اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کے متعلق اکابر علماء کے غیر مطبوعہ مضامین اور ہدایات بھی ان شاء اللہ اشاعت پذیر ہونگے۔

☆ اسلامی معاشرہ کی تشکیل و تعمیر کے لیے دینی مدارس کی ضرورت واہمیت اجاگر کی جائے گی۔

☆ دینی مدارس کے خلاف مغرب اور دین دشمن قوتوں کے پروپیگنڈے کی حقیقت واضح کی جائے گی۔

☆ اکابر علماء اور اسلاف امت کے اصلاحی اور دینی مضامین شائع کئے جائیں گے۔

☆ اس رسالے میں وفاق المدارس العربیہ کے نتائج اور امتحانات سے متعلق دیگر امور کی تفصیلات شائع ہونگی۔

☆ پہلا شمارہ رجب ۱۴۲۱ھ کے دوسرے عشرے میں منصۂ شہود پر آرہا ہے۔

☆ سہ ماہی "وفاق" پاکستان کا ایک کثیر الاشاعت رسالہ ہوگا جو وفاق المدارس سے ملحق تمام دینی مدارس میں بھیجا جائے گا، ملحقہ مدارس کے علاوہ شائقین اگر اسے جاری کرانا چاہیں تو مرکزی دفتر وفاق خط لکھ کر جاری کرا سکتے ہیں۔

رابطہ

فی شمارہ ———— =/25 روپے

زر سالانہ ———— =/100 روپے

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

گارڈن ٹاؤن، شیر شاہ روڈ، ملتان

فون: 539665 - 539376 فیکس: 539485

ضروری اِطلاع

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ناگزیر وجوہات کی بناء پر شعبان اور رمضان المبارک میں کراچی، حیدرآباد اور سندھ کے لئے جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے کوئی سفیر نہیں بھیجا جارہا ہے لہذا معاونینِ کرام اپنی رقوم بذریعہ چیک/ منی آرڈر ارسال فرمائیں یا کراچی میں جناب قاری شریف احمد صاحب خطیب مسجد سٹی اسٹیشن کے پاس جمع کرواکر رسید حاصل کر سکتے ہیں۔

چیک / منی آرڈر ارسال کرنے کا پتہ

سید محمود میاں، مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید)

''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور، پاکستان۔

فون : 092-42-7726702 , 200577

اکاونٹ نمبر جامعہ مدنیہ (جدید) : 7915-3 ایم۔ سی۔ بی

اکاونٹ نمبر مسجدِ حامد : 1046 ایم۔ سی۔ بی

خوشخبری

انشاء اللہ دس شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ سے جامعہ مدنیہ (جدید) محمد آباد رائے ونڈ روڈ لاہور میں درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا جا رہا ہے نیز شعبہ تجوید روایت حفص بھی شروع کردیا جائے گا جبکہ فی الحال حفظ قرآن کے شعبہ میں طلباء قرآن کریم کی تعلیم میں مشغول ہیں۔

طالبانِ علم نوٹ فرمالیں۔

ادارہ

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی امور

(1) مسجد حامد کی تکمیل

(2) طلباء کے لئے دار الاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(3) کتب خانہ اور کتابیں

(4) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے

(ادارہ)